مالکیت کی اقسام اور اس کے اسباب وموانع
مقالہ نگار: سید افتخار حسین نقوی النجفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مالکیت کی اقسام اور اس کے اسباب و موانع

مقالہ نگار: علامہ سید افتخار حسین نقوی

ملک کی لغوی تعریف:

لغت میں ملک، استیلاء اور احتواء کے معانی میں استعمال ہوا ہے، یعنی کسی شئے پر تسلط، قبضہ اور حاوی ہونا ہے۔[1]

ملک کی اصطلاحی تعریف:

فقہاء نے ملک کی مختلف تعاریف بیان کی ہیں۔ حضرت امام، ملک کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ان الملك فی جمیع الموارد اضافة بین المالك و المملوك)[2] یعنی ملک تمام موارد میں مالک اور مملوک کے درمیان نسبت کو کہتے ہیں

مال کی لغوی تعریف:

لغت میں مال ہر وہ شئے جسے انسان اپنی ملکیت میں لے کر اس سے استفادہ کر سکے اسے مال کہتے ہیں یا ہر وہ شئے جس کی طرف عقلاء رغبت اور میلان رکھتے ہوں، اگرچہ مال اور ملک میں بہت گہرا رابطہ ہے، اس کے باوجود ان دو میں فرق پایا جاتا ہے اور ان کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے، چونکہ ہر مال کا مالک نہیں ہوتا، جیسے شراب وغیرہ چونکہ شرعی طور پر شراب یا کوئی اور حرام شئے کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتی، اسی طرح ہر ملک مال شمار نہیں ہوتی، جیسے گندم کا ایک دانہ، چونکہ عقلاء کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اسلام کا تصور مالکیت:

اسلامی نقطہ نگاہ سے ہر شئے کا حقیقی مالک خداوند متعال کی ذات ہے، اور دوسروں پر اس لفظ کا اطلاق بطور مجاز ہوتا ہے، انسان چونکہ اس زمین پر خداوند متعال کا خلیفہ ہے اس لیے زمین اور زمین پر موجود ہر شئے امانت کے طور پر استفادہ کرنے کے لیے اس کے حوالے کی گئی ہے۔ البتہ اس کا یہ معنی نہیں کہ انسان کسی شئے کا مالک نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کی ملکیت خداوند متعال کی ملکیت کے طول میں ہے نہ کہ عرض میں، یعنی ہر وہ شئے جس کا انسان مالک ہے حقیقت میں اس ذات احدیت کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔

جیسا کہ خداوند متعال کا ارشاد ہے: (انّ الارض للله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین)[3]

ترجمہ: بتحقیق زمین خداوند متعال کی ملکیت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسے اس کا وارث قرار دیتا ہے اور حسن عاقبت متقین کے لیے ہے۔

---

[1] ۔ ترجمہ المنجد، مترجم مصطفیٰ رحیمی، جلد ۲ ص ۱۰۸۷، چاپ اول، ۱۳۷۷، انتشارات صبا، تھران،

[2] ۔ کتاب البیع، امام خمینی، جلد ا ص ۲۴

[3] ۔ سورہ اعراف، آیہ ۱۲۸

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

(و اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربها التی بارکنا فیها)[4]

ترجمہ: اور ہم نے اس قوم کو جسے فرعونیوں نے کمزور سمجھا، مشرق سے مغرب تک زمین جسے ہم نے بابرکت بنایا (مصر، شامات) کا وارث قرار دیا۔

پس انسان کی مالکیت ایک عارضی اور وکالت کے طور پر ہے۔ اور وکیل اپنے موکل کی مرضی اور اسکی معین کردہ حدود کے اندر رہ کر اس کی اشیاء سے استفادہ کر سکتا ہے۔

مالکیت کے حوالے سے یہ اسلامی نقطہ نظر، مال و دولت کی تقسیم میں عادلانہ نظام کے لیے کافی مددگار ثابت ہوتا ہے چونکہ یہ نظریہ ایک طرف مالکیت خصوصی اور فردی کے حوالے سے عدم مساوات اور نابرابری کی نفی کرتا ہے، اور دوسری طرف انسان کو اپنی ضرورت سے زائد مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی تشویق کرتا ہے۔

جیسا کہ خداوند متعال کا ارشاد ہے: (وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه)[5]

ترجمہ: اور وہ چیز (مال) جس میں تمہیں جانشین قرار دیا ہے، اس میں سے دوسروں پر خرچ کرو۔

مالکیت اعتباری (عارضی) کی اقسام:

مالکیت اعتباری کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ مالکیت امام (حاکم اسلامی) ۲۔ مالکیت عموم مسلمین ۳۔ مالکیت خصوصی یا فردی

مالکیت امام (حاکم اسلامی):

مالکیت امام سے مراد، شخص امام کی ملکیت نہیں ہے بلکہ منصب امامت اور رہبری کی ملکیت ہے چونکہ اس قسم کی ملکیت ایک امام سے دوسرے امام کی طرف منتقل ہوتی ہے، نہ کہ پہلے امام کے ورثاء کی طرف اس لیے تو شہید صدر فرماتے ہیں کہ مالکیت امام کی جگہ مالکیت حاکم اسلامی یا حکومت اسلامی کہنا بہتر ہے۔

مالکیت امام، دو قسم کی ملکیت کو شامل ہے۔

۱۔ وہ مال و ثروت جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور مباحات میں بھی اس کا شمار نہ ہو، جیسے غیر آباد زمین، جنگل وغیرہ۔

۲۔ وہ مال و ثروت جو کسی کی ملکیت ہو لیکن کسی وجہ سے وہ حاکم یا حکومت اسلامی کی ملکیت میں ہو جائے۔ جیسے بے وارث میت کا ترکہ وغیرہ، پس جو مال بھی امام اور حاکم کی ملکیت میں ہو اسے انفال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

---

[4] ۔ سورہ اعراف، آیہ ۱۳۷

[5] ۔ سورہ حدید، آیہ ۷

جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کی گیا ہے :

(قل الانفال للله و الرسول فاتقوالله و اصلحوا ذات بینکم) [6]

ترجمہ : کہہ دو کہ انفال، خدا اور رسول کے لیے ہے، پس تقوی الٰہی اختیار کرو اور آپس میں ایک دوسرے کی اصلاح کرو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر خداوند متعال کا ارشاد ہوتا ہے :

(ما افاء الله علی رسوله من اهل القری فللله و للرسول و لذی القربی و الیتامی والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم) [7]

ترجمہ : ہر وہ شئے جو خداوند متعال، اہل قریہ سے اپنے رسول کو پلٹا دے، وہ خدا اور اس کے رسول اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں اور ابن سبیل کی ملکیت ہے، تاکہ وہ مال دولت مند لوگوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔

آیات کے علاوہ، انفال کا امام یا حاکم اسلامی کی ملکیت ہونے پر آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت زیادہ احادیث منقول ہوئی ہیں، چند ایک کا یہاں پر ذکر کرنا مناسبت سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔عَنْ حَفْصِ بْنِ الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الْأَنْفَالُ مَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ أَوْ قَوْمٌ صَالَحُوا أَوْ قَوْمٌ أَعْطَوْا بِأَيْدِيهِمْ وَ كُلُّ أَرْضٍ خَرِبَةٍ وَ بُطُونُ الْأَوْدِيَةِ فَهُوَ لِرَسُولِ اللهِ ص وَ هُوَ لِلْإِمَامِ مِنْ بَعْدِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ [8]

ترجمہ : جناب حفص بن بختری، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ شئے انفال ہے جو بغیر جنگ اور لشکر کشی کے حاصل ہو، یا کوئی قوم صلح کے عنوان سے ادا کرے، یا کوئی گروہ (کفار) اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو دے (یعنی جزیہ)، اور ہر وہ غیر آباد زمین، اور دو وادیوں کا درمیانی حصہ، یہ سب رسول اللہ کی ملکیت ہے اور ان کے بعد امام علیہ السلام یا حاکم اسلامی کی ملکیت شمار ہوگی وہ جس طرح چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

۲۔عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ع عَنِ الْأَنْفَالِ فَقَالَ هِيَ الْقُرَى الَّتِي قَدْ خَرِبَتْ وَ انْجَلَى أَهْلُهَا فَهِيَ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ مَا كَانَ لِلْمُلُوكِ فَهُوَ لِلْإِمَامِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْأَرْضِ الْخَرِبَةِ۔ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ وَ كُلُّ أَرْضٍ لَا رَبَّ لَهَا وَ الْمَعَادِنُ مِنْهَا وَ مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ لَهُ مَوْلًى فَمَالُهُ مِنَ الْأَنْفَالِ [9]

ترجمہ : جناب اسحاق بن عمار نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انفال کے بارے سوال کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ بستی یا شہر جو غیر آباد ہو گیا ہو اور اس میں رہنے والے وہاں سے کوچ کر گئے ہوں تو وہ خدا اور رسول کی ملکیت ہو گی، اور جو حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے ہے وہ امام کی ملکیت ہو گی، اور اسی طرح وہ غیر آباد

---

[6] ۔ سورہ انفال، آیہ ۱

[7] ۔ سورہ حشر، آیہ ۷

[8] ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۱ ص ۵۳۹، باب الفیء والانفال، حدیث ۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۲۳، باب ۱، مسلسل نمبر ۱۲۶۲۵

[9] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۳۲، باب ۱، مسلسل نمبر ۱۲۶۴۴

زمین جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو اور ہر وہ زمین اور اس میں موجود معادن جو کسی کی ملکیت نہ ہو، اور لاوارث میت کا ترکہ یہ سب انفال میں شمار ہوگا اور امام اور حاکم اسلامی کی ملکیت ہوگی۔

مالکیت عموم مسلمین :

عموم مسلمین کی مالکیت سے مراد، وہ زمینیں جو کفار کے ساتھ جنگ یا صلح کے ذریعے مسلمانوں کی ملکیت میں منتقل ہوں، جیسے زمین مفتوح العنوۃ، کہ جسے اسلامی لشکر جنگ کے ذریعے کفار کے قبضے سے خارج کرکے مسلمانوں کے کنٹرول میں قرار دیں یا ایسی زمین جس پر مسلمان لشکر کشی کریں لیکن کفار، جنگ سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ صلح کرکے اسے لشکر اسلامی کے حوالے کردیں، ایسی زمین بھی تمام مسلمین کی ملکیت شمار ہوگی اور فرق نہیں کرتا کہ وہ مسلمان اس لشکر میں شامل ہو یا نہ، بلکہ اگر بعد میں پیدا ہو پھر بھی وہ اس زمین کا مالک شمار ہوگا، البتہ مسلمان ایسی زمین کو آپس میں تقسیم نہیں کرسکتے اور نہ ہی ارث میں لے سکتے ہیں، بلکہ وہ حاکم اسلامی کے کنٹرول میں رہے گی، اور حاکم یا امام اسے اجارہ اور مزارعہ پر دے گا اور اس سے حاصل شدہ درآمد مصالح مسلمین پر خرچ ہوگی، جیسے مسجد، مدرسہ، ہسپتال اور پل کی تعمیر پر خرچ کرنا۔

مالکیت خصوصی اور شخصی :

مالکیت خصوصی سے مراد، معین اور مشخص فرد یا افراد کی ملکیت ہے، اس قسم کی ملکیت، اسلامی نقطہ نظر سے قابل قبول اور اس پر بہت ساری آیات اور روایات اشارہ کرتی ہیں۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے : (لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) [10]

ترجمہ: آپس میں ناحق طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ، مگر جب تم تجارت کرو اور وہ بھی رضایت کے ساتھ۔

اس آیہ مجیدہ میں تجارت کا حکم ہوا ہے اور تجارت وہاں پر صادق آتی ہے جہاں خریدار اور فروخت کرنے والے، مال کے مالک ہوں، اور اس میں تصرف کرنے کا حق رکھتے ہوں، انسانی فطرت بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان جو مال خود کمائے، وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور دوسروں کو اس میں مداخلت کرنے سے روکتا ہے، اسلام نے بھی فطرت انسانی کے مطابق، اس قسم کی ملکیت کی تائید کی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر خداوند متعال کا ارشاد ہوا ہے : (ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف) [11]

ترجمہ: اگر کوئی مال ودولت چھوڑ جائے تو اسے والدین اور اقرباء کے لیے نیکی کی وصیت کرنی چاہیے۔

اس آیہ کریمہ میں والدین اور اقرباء کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر ایک انسان، اپنے مال کا ملک نہیں ہے تو وہ اس مال کے حوالے سے وصیت کیسے کرسکتا ہے، اسی طرح ارث کے قوانین میں سے ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگا، اگر وہ مال، میت کی ملکیت نہ ہو تو اس کے ورثاء میں کیسے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پس اگر ہم ملکیت شخصی اور فردی کا انکار کریں تو بہت سارے اسلامی قوانین لغو ثابت ہوں گے، مثلاً زکواۃ اور خمس کا واجب ہونا وغیرہ۔

---

10 ۔ سورہ نساء، آیہ ۲۹

11 ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۰

آیات قرآنی کے علاوہ بہت ساری روایات اور فقہی قواعد بھی ملکیت خصوصی اور فردی پر دلالت کرتے ہیں، یہاں پر چند ایک روایات کا بیان کرنا مناسبت سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الدَّارِ يُوجَدُ فِيهَا الْوَرِقُ فَقَالَ إِنْ كَانَتْ مَعْمُورَةً فِيهَا أَهْلُهَا فَهُوَ لَهُمْ وَ إِنْ كَانَتْ خَرِبَةً قَدْ جَلَا عَنْهَا أَهْلُهَا فَالَّذِي وَجَدَ الْمَالَ فَهُوَ أَحَقُّ بِه [12]

ترجمہ: جناب محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے گھر کے بارے سوال کیا جس میں خزانہ ملا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس گھر میں رہنے والے آباد تھے تو وہ ان کی ملکیت ہوگا، اور اگر وہ غیر آباد ہو چکا تھا اور اس میں رہنے والے وہاں سے کوچ کر گئے تھے تو جسے وہ خزانہ ملا ہے وہ اس کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔

۲۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشِّرَاءِ مِنْ أَرْضِ الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى فَقَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَ قَدْ ظَهَرَ رَسُولُ اللَّهِ ص عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ فَخَارَجَهُمْ عَلَى أَنْ يَتْرُكَ الْأَرْضَ فِي أَيْدِيهِمْ يَعْمَلُونَ بِهَا وَ يَعْمُرُونَهَا وَ مَا بِهَا بَأْسٌ وَ لَوِ اشْتَرَيْتَ مِنْهَا شَيْئاً وَ أَيُّمَا قَوْمٍ أَحْيَوْا شَيْئاً مِنَ الْأَرْضِ أَوْ عَمِلُوهُ فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا وَ هِيَ لَهُم [13]

ترجمہ: جناب محمد بن مسلم نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے یہود و نصاری سے زمین خریدنے کے بارے سوال کیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے، اور رسول خدا ﷺ کے عمل سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اہل خیبر سے خراج (ٹیکس) قبول کیا اور زمین ان کے ہاں رہنے دی، تاکہ وہ اس میں کام کریں اور اسے آباد کریں، اور اگر اس زمین میں سے کچھ خرید کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جو قوم بھی زمین میں سے کوئی شئے آباد کرے یا زمین میں کام کرے تو وہ شخص اس زمین کے حوالے سے زیادہ حقدار ہے، اور وہ زمین اسی کی ملکیت ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ (لھم) استعمال ہوا ہے اور لھم کی لام، ملکیت پر دلالت کرتی ہے۔

اسی طرح ملکیت کے اثبات کے لیے فقہاء، اس قاعدہ عقلائی سے استفادہ کرتے ہیں: (الناس مسلطون علی اموالھم) کہ لوگ اپنے اموال پر حق تسلط رکھتے ہیں اور مذکورہ آیات اور روایات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت مقدسہ اس عقلائی قاعدہ کے مخالف نہیں ہے۔

مالکیت کے حصول کے اسباب:

اسباب مالکیت سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کی وجہ سے کسی انسان کو مالکیت کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تمام اشیاء کا حقیقی مالک، خداوند متعال کی ذات ہے، لیکن پھر بھی اس کا اپنا ارشاد ہے کہ ہم نے زمین اور جو کچھ اس میں موجود ہے، انسان کے لیے خلق کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا) [14]

---

[12] ۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۱۳۸، باب اللقطہ والضالہ حدیث ۵

[13] ۔ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۴۸، باب احکام الارضیین، حدیث ۴؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۱، باب ا، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۶۔

ترجمہ: خداوہ ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے اسے تمہارے لیے خلق کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے: (انّ الارض للله یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین)[15]

ترجمہ: بتحقیق زمین خداوند متعال کی ملکیت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسے اس کا وارث قرار دیتا ہے، اور حسن عاقبت متقین کے لیے ہے۔

آیات کے علاوہ روایات میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

جیساکہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

(إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُها مَنْ يَشاءُ مِنْ عِبادِهِ وَ الْعاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ أَنَا وَ أَهْلُ بَيْتِيَ الَّذِينَ أَوْرَثَنَا اللهُ الْأَرْضَ وَ نَحْنُ الْمُتَّقُون)[16]

ترجمہ: بتحقیق زمین خداوند متعال کی ملکیت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اسے اس کا وارث قرار دیتا ہے اور حسن عاقبت متقین کے لیے ہے، میں اور میرے اہل بیت وہ ہیں جنہیں خداوند متعال نے اس زمین کا وارث قرار دیا ہے اور ہم ہی متقین ہیں۔

اسباب مالکیت خصوصی کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ابتدائی مالکیت ۲۔انتقالی مالکیت

ابتدائی مالکیت سے مراد یہ ہے کہ مملوک پہلے کسی انسان کی ملکیت نہ ہو اور یہ پہلا شخص ہے جو اسے اپنی ملکیت میں لے رہا ہے، جیسے بنجر زمین کو آباد کرنا، شکار کرکے کسی چیز کو ملکیت میں لینا یا قدرتی معادن نکالنا وغیرہ، جبکہ مالکیت انتقالی سے مراد، کہ مملوک پہلے کسی انسان کی ملکیت میں ہو لیکن کسی سبب کی وجہ سے یہ مالکیت دوسرے کی طرف منتقل ہو، جیسے موت کی وجہ سے میت کا ترکہ ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جاتا ہے۔

۱۔ مالکیت ابتدائی کے اسباب:

۱۔ حیازت

۲۔ تحجیر (علامت گذاری)

۳۔ قدرتی معادن

۴۔ کنویں اور نہریں کھودنا

۵۔ بنجر زمین آباد کرنا

۶۔ قدرتی آباد زمینوں سے استفادہ کرنا

---

14 ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۹

15 ۔ سورہ اعراف، آیہ ۱۲۸

16 ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۱ ص ۴۰۷، حدیث ۱: تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۵۲، باب ۱۱، حدیث ۲۳

حیازت :

حیازت کی تعریف: حیازت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی کسی شیئ کو اپنے اختیار اور کنٹرول میں لینا ہے، اور حیازت کرنے سے وہ شخص اس شیئ کا مالک بن جاتا ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کن اشیاء کو حیازت کے ذریعے اپنی ملکیت میں لیا جاسکتا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ تمام منقولہ قدرتی وسائل اور ذخائر جو پہلے کسی انسان کی ملکیت میں نہ ہوں، انہیں حیازت کے ذریعے اپنی ملکیت میں لیا جاسکتا ہے، جیسے جنگلات اور جنگلی حیوانات، مچھلی اور دیگر دریائی حیوانات، اور دریاؤں کا پانی وغیرہ۔

اس کی دلیل رسول خدا ﷺ کی یہ حدیث ہے: ما ورد عنه (ص): «من سبق إلى ما لم يسبقه مسلم فهو أحقّ به».[17]

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ جو بھی کسی ایسی شیئ کی طرف سبقت کرے جو پہلے کسی مسلمان کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ شخص اس شیئ کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔

"عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ غَرَسَ شَجَراً أَوْ حَفَرَ وَادِياً بَدِيّاً لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ أَحَدٌ وَ أَحْيَا أَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ قَضَاءً مِنَ اللهِ وَ رَسُولِهِ ص[18]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص درخت لگائے، یا کوئی ایسی نئ نہر کھودے جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہو، اور یا بنجر زمین آباد کرے تو وہ اس کے لیے ہے، اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

پس اگر کوئی شخص مچھلی یا کسی اور حیوان کا شکار کرتا ہے، یا جنگلات سے لکڑی کاٹتا ہے تو وہ اس کا مالک شمار ہوگا، البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حکومت اسلامی ان شیاء پر نظارت اور نگرانی نہیں کرسکتی، بلکہ حاکم اسلامی منافع عمومی کے طور پر نگرانی کرسکتا ہے اور لوگوں کو استفادہ کرنے سے منع کرسکتا ہے، جیسے اگر دیکھے کہ مچھلی کے شکار کی کثرت کی وجہ سے اس کی نسل ختم ہورہی ہے یا درخت کاٹنے سے جنگلات ختم ہورہے ہیں، تو ایسی صورت میں حاکم اسلامی لوگوں کو منع کرسکتا ہے، لیکن اگر معاشرے کے لیے ضرر اور نقصان نہ ہو تو ہر شخص قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے میں آزاد ہے

تحجیر: (علامت گذاری) :

تحجیر کی تعریف : تحجیر کا لغوی معنی، سنگ چینی یعنی پتھروں سے علامت لگانا ہے لیکن اصطلاح میں ہر طریقے سے کسی غیر آباد زمین پر آباد کرنے کے قصد سے، علامت گذاری کرنے کو تحجیر کہتے ہیں، جیسے کانٹے دار تار لگانا، زمین کے آس پاس مٹی کے بند بنانا، یا غیر ہموار زمین کو ہموار کرنا، وغیرہ، خلاصہ ہر وہ کام جس سے اس زمین کا حدود اربعہ مشخص ہوا سے تحجیر کہا گیا ہے۔[19]

---

[17] ۔ مستدرک الوسائل، مرزا نوری، جلد ۳ ص ۱۴۹ باب احدیث ۴

[18] وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۳، باب ۲ حدیث ا، مسلسل نمبر ۳۲۲۴۴۔

[19] جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۸ ص ۵۸ (التحجیر هو ان ینصب علیها المروز او یحوطها بحائط، وزاد فی القواعد، او بحفر ساقیه او ادارة تراب حول الارض او احجار)

سوال: کیا تحجیر کے ذریعے ملکیت ثابت ہوتی ہے یا فقط حق اولویت ثابت ہے؟

جواب: تحجیر سے فقط حق اولویت ثابت ہے، اسی لیے اگر کوئی شخص زمین پر علامت گذاری کرے لیکن اسے آباد نہ کرے تو مسئلہ حاکم اسلامی کے پاس جائے گا اور اگر وہ شخص حاکم اسلامی سے مہلت مانگے تو اسے مہلت دی جائے گی لیکن اگر مہلت ختم ہو جائے اور وہ زمین آباد نہ کرے تو اس کا حق اولویت ختم ہو جائے گا، اور حاکم اپنی صوابدید پر وہ زمین کسی اور کو دے سکتا ہے، لہٰذا تحجیر ایک مؤقت اور عارضی حق ہے جو آباد نہ کرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا یہ حق تحجیر قابل فروخت اور ارث کے طور پر قابل انتقال ہے؟

جواب: حق تحجیر، ارث کے طور پر منتقل ہو سکتا ہے، لیکن اس کی خرید و فروخت صحیح نہ ہو گی البتہ صلح اور مصالحہ کرنا صحیح ہے۔

سوال: انسان کتنی مقدار زمین پر علامت گذاری کر سکتا ہے؟

جواب: ہر انسان اپنی ضرورت کے مطابق یا جتنی مقدار وہ آباد کر سکتا ہے، علامت گذاری کرے، پس اگر اپنی ضرورت سے زائد ہو جو دوسرے لوگوں کے لیے تنگی اور سختی کا باعث بنے، یا اتنی زمین وہ آباد نہ کر سکے تو حاکم اسلامی اسے آباد کرنے پر یا زمین چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ [20]

پس نتیجہ یہ ہوا کہ تحجیر (علامت گذاری) ایک مؤقت اور عارضی حق ہے، جو زمین آباد کرنے والے کو شریعت کی طرف سے حاصل ہے، تاکہ دوسرے لوگ اس کے لیے رکاوٹ نہ بنیں لیکن اگر یہ شخص زمین آباد کرنے میں سستی اور دیر کرے تو اس کا حق اولویت زائل ہو جائے گا اور حاکم اسلامی اپنی صوابدید پر کسی اور شخص کو جو زمین کو آباد کرنا چاہتا ہے، دے سکتا ہے بنجر زمین کا آباد کرنا (احیاء موات)۔

بنجر زمین کی تعریف: ایسی زمین جو بالفعل یعنی موجودہ حالت میں استفادہ کے قابل نہ ہو، اور اس کا قابل استفادہ نہ ہونا، تھور زدہ ہونے، یا سنگلاخ، یا وہاں پر ہمیشہ پانی کھڑا رہنے کی وجہ سے غیر آباد ہو، اور اسے آباد کرنے کے لیے محنت اور کام کی ضرورت ہو۔ [21]

بنجر زمین، انفال میں سے شمار ہوتی ہے، اور انفال رسول خدا ﷺ اور ان کے جانشین کی ملکیت ہے۔ یہ ملکیت انہیں خداوند متعال کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔

جیسا کہ سورہ انفال میں ارشاد ہوا ہے: (یسئلونك عن الانفال، قل الانفال لله والرسول) [22]

ترجمہ: اے پیغمبر، انفال کے بارے تم سے پوچھتے ہیں، تو انہیں کہہ دیں کہ انفال، خدا اور رسول کی ملکیت ہے۔

آیات کے علاوہ، بہت ساری روایات موجود ہیں جن میں بنجر زمین کو انفال میں سے شمار کیا گیا ہے، جیسے

---

[20] ۔ تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، جلد ۲ ص ۴۱۰، کتاب احیاء الموات۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۸ ص ۹؛
(ھو الذی لاینتفع بہ لعطلتہ اما لانقطاع الماء عنہ او لاستیلاء الماء علیہ او لاستجامہ او غیر ذلک من موانع الانتفاع)

[21] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۸ ص ۹؛ تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، جلد ۲ ص ۴۰۰؛ شرح لمعہ، شہید ثانی، جلد ۲ ص ۲۵۰

[22] ۔ سورہ انفال، آیہ ۱

۱۔ عَنْ حَفْصِ بْنِ الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الْأَنْفَالُ مَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ أَوْ قَوْمٌ صَالَحُوا أَوْ قَوْمٌ أَعْطَوْا بِأَيْدِيهِمْ وَ كُلُّ أَرْضٍ خَرِبَةٍ وَ بُطُونُ الْأَوْدِيَةِ فَهُوَ لِرَسُولِ اللهِ ص وَ هُوَ لِلْإِمَامِ مِنْ بَعْدِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ [23]

ترجمہ: جناب حفص بن بختری، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ شئے انفال ہے جو بغیر جنگ اور لشکر کشی کے حاصل ہو، یا کوئی قوم صلح کے عنوان سے ادا کرے، یا کوئی گروہ (کفار) اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو دے (یعنی جزیہ)، اور ہر وہ غیر آباد زمین، اور دو وادیوں کا درمیانی حصہ، یہ سب رسول اللہ کی ملکیت ہے اور ان کے بعد امام علیہ السلام یا حاکم اسلامی کی ملکیت شمار ہو گی وہ جس طرح چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

۲۔ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ع عَنِ الْأَنْفَالِ فَقَالَ هِيَ الْقُرَى الَّتِي قَدْ خَرِبَتْ وَ انْجَلَى أَهْلُهَا فَهِيَ لِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ مَا كَانَ لِلْمُلُوكِ فَهُوَ لِلْإِمَامِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْأَرْضِ الْخَرِبَةِ۔ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ وَ كُلُّ أَرْضٍ لَا رَبَّ لَهَا وَ الْمَعَادِنُ مِنْهَا وَ مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ لَهُ مَوْلًى فَمَالُهُ مِنَ الْأَنْفَالِ [24]

ترجمہ: جناب اسحاق بن عمار نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انفال کے بارے سوال کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ بستی یا شہر جو غیر آباد ہو گیا ہو اور اس میں رہنے والے وہاں سے کوچ کر گئے ہوں تو وہ خدا اور رسول کی ملکیت ہو گی، اور جو حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے ہے وہ امام کی ملکیت ہو گی اور اسی طرح وہ غیر آباد زمین جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو اور ہر وہ زمین اور اس میں موجود معادن جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور لاوارث میت کا ترکہ یہ سب انفال میں شمار ہو گا اور امام اور حاکم اسلامی کی ملکیت ہو گی۔

غیر آباد زمین کی اقسام اور ان کا حکم:

غیر آباد زمین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ایسی زمین جو غیر آباد ہو گئی ہے، لیکن اس کا سابقہ مالک پہلی فرصت میں اسے آباد کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں سابقہ مالک کے لیے حق اولویت ثابت ہے اور یہ زمین تحجیر شدہ زمین کی مانند ہو گی، یعنی اسے آباد کرنے کا حق صرف اس کے مالک کو ہو گا، البتہ اس حق اولویت اور سابقہ حق جب وہ زمین آباد تھی، میں فرق ہو گا، پہلے وہ اس زمین میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا تھا حتی کہ اسے فروخت بھی کر سکتا تھا، لیکن اب فقط اسے آباد کرنے کے حوالے سے اسے حق اولویت حاصل ہے۔ چونکہ وہ تمام روایات جن میں ((کل ارض خربة)) یا ((انجلی اهلها عنها)) یا ((کل ارض باد اهلها فخربت)) جیسے جملات استعمال ہوئے ہیں وہ اس بات پر قرینہ ہیں کہ سابقہ مالک اصلا اس زمین سے استفادہ کا قصد نہیں رکھتا اور وہ وہاں سے کلی طور پر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ درج ذیل روایت اس مدعی پر دلالت کرتی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْأَرْضَ الْخَرِبَةَ فَيَسْتَخْرِجُهَا وَ يُجْرِي أَنْهَارَهَا وَ يَعْمُرُهَا وَ يَزْرَعُهَا مَا ذَا عَلَيْهِ قَالَ الصَّدَقَةُ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ يَعْرِفُ صَاحِبَهَا قَالَ فَلْيُؤَدِّ إِلَيْهِ حَقَّهُ [25]

---

23 ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۱ ص ۵۳۹، باب الفیء والانفال، حدیث ۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۲۳، باب ۱، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۱۲۶۲۵

24 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۳۲، باب ۱، مسلسل نمبر ۱۲۶۴۴

ترجمہ : سلیمان بن خالد ، نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے بنجر زمین حاصل کرکے اسے آباد کیا، اور اس کی نہروں کی صفائی اور تعمیر کرکے زراعت شروع کی ہے، اس پر کیا چیز ادا کرنا ہو گی ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: زکواۃ، میں نے عرض کی کہ اگر وہ اس زمین کے مالک کو پہچانتا ہو تو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: تو اس کا حق اسے ادا کرے۔

۲۔ ایسی زمین جو مالک کی عدم موجودگی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے غیر آباد ہوئی ہے، اور اس کا سابقہ مالک اسے آباد کرنے کا خواہش مند نہیں ہے، اگرچہ اسے اپنی ملکیت میں رکھنے یا اسے فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس قسم کی زمین سابقہ مالک کی ملکیت سے خارج تصور ہو گی، اور جو اسے آباد کرنا چاہے وہ امام علیہ السلام یا حاکم شرع کی اجازت سے اسے آباد کر سکتا ہے۔

اس حکم پر وہ تمام ادلہ جو کسی مال کے انفال ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ان سے استنباط کیا جا سکتا ہے، خاص طور پر درج زیل روایت اس موضوع پر دلالت کرتی ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ أَيُّمَا رَجُلٍ أَتَى خَرِبَةً بَائِرَةً فَاسْتَخْرَجَهَا وَ كَرَى أَنْهَارَهَا وَ عَمَرَهَا فَإِنَّ عَلَيْهِ فِيهَا الصَّدَقَةَ فَإِنْ كَانَتْ أَرْضٌ لِرَجُلٍ قَبْلَهُ فَغَابَ عَنْهَا وَ تَرَكَهَا فَأَخْرَبَهَا ثُمَّ جَاءَ بَعْدُ يَطْلُبُهَا فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَ لِمَنْ عَمَرَهَا ' '[26]

ترجمہ: معاویہ بن وہب نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا کہ : جو شخص بھی بنجر زمین کو حاصل کرکے اسے آباد کرے، اور اس کی نہروں کی تعمیر اور صفائی کرے اور اس زمین کو آباد کرے، تو اس پر اس زمین کے حوالے سے زکواۃ واجب ہے اور اگر وہ زمین اس آباد کرنے والے سے پہلے کسی کی ملکیت تھی اور وہ شخص وہاں سے چھوڑ کر چلا گیا ہو جس کی وجہ سے وہ زمین غیر آباد ہو گئی ہو، اب اگر پھر وہ شخص آئے اور اس کا مطالبہ کرے، تو وہ زمین خدا اور جس نے اسے آباد کیا ہے اس کی شمار ہو گی۔

۳۔ ایسی غیر آباد زمین، جس کا سابقہ مالک وہاں سے ترک سکونت کرکے چلا گیا ہو، اور اسے آباد کرنے یا اسے اپنی ملکیت میں رکھنے کا خواہش مند بھی نہ ہو، ایسی زمین پر اس سابقہ مالک کا کوئی حق نہیں ہے، اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق اور اجماع ہے، اس پر وہ تمام ادلہ جو انفال کے حوالے سے ذکر ہوئی ہیں، دلالت کرتی ہیں، خاص طور پر صحیح معاویہ بن وھب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ أَيُّمَا رَجُلٍ أَتَى خَرِبَةً بَائِرَةً فَاسْتَخْرَجَهَا وَ كَرَى أَنْهَارَهَا وَ عَمَرَهَا فَإِنَّ عَلَيْهِ فِيهَا الصَّدَقَةَ فَإِنْ كَانَتْ أَرْضٌ لِرَجُلٍ قَبْلَهُ فَغَابَ عَنْهَا وَ تَرَكَهَا فَأَخْرَبَهَا ثُمَّ جَاءَ بَعْدُ يَطْلُبُهَا فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَ لِمَنْ عَمَرَهَا ' '[27]

---

25 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۵، باب ۳ حدیث نمبر ۳۲۲۴۷

26 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۴، باب ۳ حدیث نمبر ۳۲۲۴۵

ترجمہ: معاویہ بن وہب، نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص بھی بنجر زمین کو حاصل کرکے اسے آباد کرے، اور اس کی نہروں کی تعمیر اور صفائی کرے، اور اس زمین کو آباد کرے، تو اس پر اس زمین کے حوالے سے زکواۃ واجب ہے، اور اگر وہ زمین اس آباد کرنے والے سے پہلے کسی کی ملکیت تھی اور وہ شخص وہاں سے چھوڑ کر چلا گیا ہو جس کی وجہ سے وہ زمین غیر آباد ہو گئی ہو، اب اگر پھر وہ شخص آئے اور اس کا مطالبہ کرے، تو وہ زمین خدا اور جس نے اسے آباد کیا ہے اس کی شمار ہو گی۔

سوال: کیا امام یا حاکم اسلامی کی اجازت کے بغیر بنجر زمین کو آباد کرنا صحیح ہے؟

جواب: فقہی نقطہ نظر سے یہ بات واضح ہے کہ کسی کی ملکیت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی تصرف کرے تو وہ غاصب شمار ہو گا اور گذشتہ بحث سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بنجر زمین، انفال میں سے شمار ہوتی ہے اور انفال خدا اور اس کے رسول کی ملکیت ہے اور رسول اکرم ﷺ کے بعد انکے جانشینوں کی ملکیت ہے۔ پس اگر کوئی شخص امام یا حاکم اسلامی کی اجازت کے بغیر بنجر زمین آباد کرے گا، گویا اس نے غیر کی ملکیت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کیا ہے، جو کہ غصب شمار ہوتا ہے اور حرام ہے۔

بعض روایات میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جیسے:

۱۔ ”من ابی جعفر محمد بن عثمان العمری قدس الله روحه فی جواب مسائلی الی صاحب الدار فلا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَكَيْفَ يَحِلُّ ذَلِكَ فِي مَالِنَا مَنْ فَعَلَ شَيْئاً مِنْ ذَلِكَ لِغَيْرِ أَمْرِنَا۔ فَقَدِ اسْتَحَلَّ مِنَّا مَا حَرُمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ أَكَلَ مِنْ مَالِنَا شَيْئاً فَإِنَّمَا يَأْكُلُ فِي بَطْنِهِ نَاراً وَ سَيَصْلَى سَعِيرا“[28]

ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے، تو پھر ہمارے مال میں ہماری اجازت کے بغیر کیسے جائز ہوگا، اور جو شخص ہمارے مال کو جو ہماری اجازت کے بغیر اس پر حرام ہے، حلال سمجھے، اور ہمارے مال میں سے کچھ کھائے تو گویا اس نے اپنے شکم کو جہنم کی آگ سے پر کیا ہے۔

فقہاء کے نزدیک بھی مشہور قول یہی ہے کہ بنجر زمین میں امام (حاکم اسلامی) کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مالی وسائل بروی کار لاتے ہوئے اتنی زیادہ مقدار بنجر زمین آباد کرے جس سے دوسرے لوگ تنگی اور سختی میں واقع ہوں یا دوسروں کی حق تلفی ہو تو امام یا ولی فقیہ اس مالدار شخص کو زیادو مقدار زمین آباد کرنے سے روک سکتا ہے، لیکن اگر بنجر زمین اتنی زیادہ ہے کہ دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہے تو حاکم اسلامی (ولی فقیہ) اسے منع نہیں کر سکتا، چونکہ اگر مانع ہو تو اقتصادی حوالے سے مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو گا۔

---

27 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۴، باب ۳ حدیث نمبر ۳۲۲۴۵

28 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۴۰، ۵۴۱، باب ۳، حدیث ۷ مسلسل نمبر ۱۲۶۷۰

بنجر زمین اور اسے آباد کرنے والے کی شرائط :

ا۔ مالکیت کا قصد :

بنجر زمین آباد کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالکیت کا قصد رکھتا ہو، پس اگر وہ اس نیت سے زمین آباد کرے کہ آباد کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے گا تاکہ دوسرے لوگ اس سے استفادہ کریں، یا کسی دوسرے کی مالکیت کے قصد سے آباد کرے تو خود آباد کرنے والا اس زمین کا مالک یا حق اولویت نہیں رکھتا، کافی فقہاء کی عبارات سے یہ شرط ظاہر ہوتی ہے۔[29]

۲۔ عدم تحجیر:

یعنی آباد کرنے والے سے پہلے کسی نے اس زمین پر علامت گذاری نہ کر رکھی ہو، پس اگر علامت گذاری کے باوجود وہ اس زمین کو آباد کرے تو اس کا مالک یا حق اولویت حاصل نہ ہو گی، مگر یہ کہ علامت گذاری کرنے والے نے اس زمین کو چھوڑ دیا ہو یا حاکم اسلامی نے کسی وجہ سے وہ زمین اس سے واپس لی ہو تو اس صورت میں دوسرا شخص اسے آباد کر سکتا ہے۔

۳۔ امام یا حاکم اسلامی نے وہ زمین اقطاع (کسی کے حوالے) نہ کی ہو :

اقطاع سے مراد یہ ہے کہ امام یا حاکم اسلامی نے وہ زمین پہلے کسی اور کو آباد کرنے کے لیے نہ دی ہو ،اگرچہ اس زمین پر علامت گذاری نہ کی گئی ہو ، چونکہ امام یا حاکم اسلامی بنجر زمین کا مالک ہوتا ہے اس لیے وہ جسے چاہیں ،زمین آباد کرنے کے لیے دے سکتے ہیں

۴۔ بنجر زمین پیغمبر یا امام کی طرف سے حمی (مخصوص) نہ کی گئی ہو :

اسلام سے قبل عرب میں یہ مرسوم تھا کہ اشراف عرب کچھ رقبہ اپنے لیے مخصوص کرتے تھے اور کسی دوسرے کے لیے وہاں سے گذرنا یا وہاں حیوانات چرانا صحیح نہ تھا، اسلام نے آکر اس عمل سے منع کیا،اور خدا، رسول اور امام کے علاوہ کسی کو حمی کرنے کا حق نہیں ہے۔

جیسا کہ روایت میں بیان ہوا ہے : و روی أیضا أنه قال علیه السلام: «لا حمی إلا لله، و لرسوله، و لأئمة المسلمین»۔[30]

ترجمہ : خدا اور رسول اللہ ﷺ اور آئمہ مسلمین کے علاوہ کسی کو حمی کرنے کا حق نہیں ہے۔

البتہ صاحب جواہر فرماتے ہیں کہ قوی گمان کے مطابق یہ حق ،غیبت کے زمانہ میں نائب امام کو بھی حاصل ہے اسی طرح رسول خدا نے مدینہ کے نزدیک نقیع نامی جگہ کو زکواۃ اور جزیہ وصول کیے گئے اونٹوں کے لیے حمی کی تھی۔[31]

البتہ رسول یا امام اپنے لیے زمین حمی نہیں کرتے بلکہ مصالح مسلمین کے لیے ایسا کرتے ہیں ،اور جب تک وہ مصلحت باقی ہو کسی مسلمان کو اس زمین میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہے لیکن مصلحت ختم ہو جانے کی صورت میں حمی کا عنوان زائل ہو جاتا ہے لہٰذا دوسرے مسلمان اس زمین میں تصرف کر سکتے ہیں۔

---

[29] ۔ الدروس ، شہید اول ، ص ۲۹۲ ،کتاب احیاء الموات ۔؛ شرح لمعہ ، شہید ثانی ، ص ۲۵۰ ،کتاب احیاء الموات ؛ جواہر الکلام ، شیخ محمد حسن نجفی ، جلد ۳۸ ص ۳۲ ،کتاب احیاء الموات ۔

[30] ۔ الخلاف ، جلد ۳ ص ۵۲۸ مسئلہ نمبر ۶ : نقل از جواہر الکلام ، شیخ محمد حسن نجفی ، جلد ۳۸ ص ۶۲ ، ۶۳ ،کتاب احیاء الموات ۔

[31] ۔ نقل از تذکرۃ الفقہاء ، علامہ حلی ، جلد ۲ ص ۴۱۱ ،کتاب احیاء الموات ۔

۵۔ بنجر زمین کسی کی ملکیت میں نہ ہو:

بنجر زمین آباد کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ زمین پہلے کسی مسلمان کی ملکیت میں نہ ہو، چاہے وہ آباد کرنے کی وجہ سے ملکیت میں ہو یا ارث کی وجہ سے، لیکن اگر وہ غیر آباد زمین کسی کی ملکیت ہو تو مالک کی اجازت کے بغیر اسے آباد کرنا صحیح نہ ہوگا۔

۶۔ وہ بنجر زمین کسی آباد زمین کی حریم نہ ہو:

ہر بنجر زمین کو آباد کرتے وقت اس کے آس پاس تھوڑی مقدار زمین اس کی حریم کہلاتی ہے، جیسے دیوار کی حریم، اس کے گرنے کی صورت میں جہاں تک اس کی مٹی بکھرے، نھر کی حریم، اس کے آس پاس اتنی مقدار زمین جہاں تک اس کی خاک پڑی ہو، پس کسی دوسرے کے لیے صحیح نہیں کہ وہ کسی آباد زمین کی حریم کو آباد کرے، چونکہ وہ زمین اس آباد زمین کے مالک کی ملکیت شمار ہوتی ہے [32]

استخراج معادن:

معدن کی دو قسمیں ہیں: معادن ظاہری اور معادن باطنی:

ا۔ معدن ظاہری کی تعریف:

وہ معادن جو زمین کے اوپر موجود ہوں یا سطح زمین کے اتنے قریب ہوں کہ تھوڑی سی خاک اٹھانے سے ظاہر ہو جائیں اور ان پر زیادہ محنت اور کام کی ضرورت نہ ہو، جیسا کہ جامع المقاصد میں بیان ہوا ہے۔

(المراد بالمعادن الظاهرة مایکون علی وجه الارض ولایتوقف الوصول الیها علی عمل) [33]

معادن ظاہری:

معدن ظاہری، مباحات اور منافع عمومی میں سے شمار ہوتا ہے، لھذا تمام انسان اس سے استفادہ کرنے کے حوالے سے مساوی ہیں اور حاکم اسلامی نہ کسی کو استفادہ کرنے سے منع کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو خصوصی طور پر استفادہ کے لیے دے سکتا، چونکہ انفال میں سے نہیں ہے، اسی طرح معدن ظاہری قابل تحجیر (علامت گذاری) نہیں ہے، اور نہ ہی اسے احیاء (آباد کرنے) کے ذریعے ملکیت میں لیا جاسکتا ہے، فقہاء نے معدن ظاہری کے مباح ہونے پر سورہ بقرہ کی اس آیہ کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا) [34]

ترجمہ: خدا وہ ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے اسے تمہارے لیے خلق کیا ہے۔

سوال: کیا کوئی شخص اپنی ضرورت سے زائد معدن ظاہری حاصل کر سکتا ہے؟

---

[32] ۔ تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، جلد ۲ ص ۴۱۰، کتاب احیاء الموات

[33] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، جلد ۱ ص ۴۱۰، کتاب احیاء الموات

[34] ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۹

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک دفعہ کسی کے زائد حاصل کرنے سے دوسروں کے لیے ضرر اور نقصان نہ ہو تو ایسی صورت میں ضرورت سے زائد حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس کے زائد حاصل کرنے سے دوسروں کو نقصان اور ضرر ہو تو اس صورت میں وہ شخص ضرورت سے زائد نہیں لے سکتا۔[35]

معادن باطنی:

معدن باطنی کی تعریف: وہ معادن جو زمین کی گہرائی میں موجود ہوں اور انہیں حاصل کرنے کے لیے کافی محنت اور کام کی ضرورت ہو۔ جیساکہ تحریرالاحکام میں بیان ہوا ہے۔ (والباطنة مالا یوصل الیها الا بالعمل والمؤونة)[36]

معادن باطنی کا حکم:

معدن باطنی کا انفال اور امام کی ملکیت ہونے اور مباحات میں سے ہونے پر فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، قدماء کے نزدیک معدن باطنی انفال اور امام کی ملکیت ہے۔[37] جبکہ متاخرین کے نزدیک امام کی ملکیت نہیں ہے بلکہ مباحات میں سے ہے اور تمام انسان اس سے استفادہ کرنے کے حوالے سے مساوی اور برابر ہیں۔[38]

بحرحال معدن باطنی کو امام کی ملکیت سمجھیں یا مباحات میں سے شمار کریں، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اسے احیاء (آباد) کرنے والا اس کا مالک ہوگا[39]

معدن کا خمس اور اس کی مقدار:

فقہاء نے جن چیزوں پر خمس کے واجب ہونے کا کہا ہے ان میں سے ایک معدن ہے، صاحب جواہر فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ تمام معادن پر خمس واجب ہے۔[40]

البتہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے، اور اس حوالے سے دو قول نقل ہوئے ہیں، ا۔ بیس درہم مالیت کے معدن پر خمس واجب ہے، متقدمین فقہاء کے نزدیک یہ قول مشہور ہے۔ ۲۔ ایک دینار مالیت کے معدن پر خمس واجب ہے، متاخرین فقہاء کے درمیان یہ قول مشہور ہے۔[41]

سوال: بنجر زمین آباد کرنے کے دوران اگر اس زمین میں سے معدن نقل آئے تو کیا وہ معدن زمین کے ساتھ آباد کرنے والے کی ملکیت شمار ہوگا؟

جواب: فقہاء کے درمیان مشہور ہے کہ ایسی زمین کے آباد کرنے سے وہ شخص زمین کے ساتھ ساتھ معادن کا بھی مالک شمار ہوگا، چونکہ معدن بھی زمین کا حصہ ہے، اس لیے زمین آباد کرنے والا اس معدن کا مالک ہوگا۔

---

35 ۔ جواہرالکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۸ ص ۱۰۴، کتاب احیاء الموات؛ تحریرالوسیلہ، امام خمینی، جلد ۲ ص ۲۲۰، کتاب احیاء الموات؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، جلد ا ص ۴۱۲، کتاب احیاء الموات۔

36 ۔ تحریرالاحکام، جلد ۲ ص ۱۳۱، کتاب احیاء الموات

37 ۔ المبسوط، شیخ طوسی، جلد ۳ ص ۲۷۷، کتاب احیاء الموات۔ (ویجوز للسلطان اقطاعه، لانه یملکه عندنا)

38 ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، جلد ا ص ۴۱۲، کتاب احیاء الموات۔

39 ۔ جواہرالکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۸ ص ۱۱۰، کتاب احیاء الموات۔

40 ۔ جواہرالکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۱۶ ص ۱۹، کتاب الخمس۔

41 ۔ جواہرالکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۱۶ ص ۱۹، کتاب الخمس۔

البتہ شہید باقر الصدر، فرماتے ہیں کہ اگر فقہاء کا یہ اجماع، تعبدی نہ ہو تو کسی کی ملکیت یا شخصی زمین سے نکلنے والا معدن اس زمین کے مالک کی ملکیت نہیں ہوگا ،اگرچہ اس معدن سے استفادہ کرنے کے لیے زمین کے مالک کی اجازت ضروری ہے چونکہ اس کی زمین میں تصرف کرنا ہوگا۔[42]

کنویں اور نہریں کھودنا:

فقہاء نے پانی کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ا۔ زمین کے اُوپر بہنے والا، ۲۔ زمین کے اندر بہنے والا

زمین کے اوپر بہنے والا پانی، جیسے دریا کا پانی، قدرتی چشموں اوربڑی نہروں کا پانی، یہ سب مباحات میں سے شمار ہوتے ہیں، یعنی ہر شخص مسلمان ہو یا غیر مسلمان، اپنی ضرورت کے مطابق، پینے یا کھیتی باڑی یا کارخانوں کے لیے ،اس سے استفادہ کرسکتا ہے، اور کسی کے لیے کوئی خاص امتیاز نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص ان دریاؤں یابڑی نہروں سے اپنے لیے چھوٹی نہریں کھود کر پانی اپنی زمین میں لے جائے تو اس کے لیے جائز ہے،اور وہ اس پانی کا مالک ہوگا۔

البتہ اس قسم کی شخصی اور خصوصی نہروں کے پانی سے کم مقدار جیسے پینے یا وضو وغیرہ کے لیے حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔چونکہ عرف عام ہیں مالک کی طرف سے اس قسم کی اجازت ہوتی ہے۔

لیکن وہ نہریں جن میں پانی تھوڑی مقدار میں ہے اور انہیں کسی نے کھودا نہیں ہے بلکہ قدرتی ہیں ،اگر وہ سب کی اقتصادی ضرورت کو پورا کرتیں ہیں تو ان سے اپنی حاجت کے مطابق پانی لیا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ سب کی ضرورت کو پورا نہ کرسکے اوراس سے استفادہ کرنے پر اختلاف اور جھگڑے کا امکان ہو تو جس نے وہاں سب سے پہلے زمین آباد کی ہو گی وہ سب سے پہلے اپنی ضرورت کے مطابق اس نہر سے پانی حاصل کرے گا،اس کے بعد دوسرا شخص جس نے پہلے کے بعد زمین آباد کی تھی،اسی طرح ہر شخص اپنی باری پر استفادہ کرے گا،اگر زمین آباد کرنے کے وقت کے حوالے سے تمام برابر ہوں تو جس کی زمین نہر کے دہانے (منہ) کے زیادہ قریب ہوگی سب سے پہلے وہ اپنی زمین سیراب کرے گا، اس کے دوسرے نمبر والا، اسی طرح ترتیب کا خیال رکھا جائے گااور جب تک پہلے کی ضرورت پوری نہیں ہوگی،دوسرا اسے پانی چھوڑنے کے لیے مجبور نہیں کرسکتا ،اگرچہ بعد والوں کے لیے پانی نہ بچے، فقہاء نے اس حدیث نبوی ﷺ سے استنباط کیا ہے۔

’’ما ورد عنه(ص): «من سبق إلى ما لم يسبقه مسلم فهو أحقّ به‘‘-[43]

رسول اکرم ﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ جو بھی کسی ایسی شئے کی طرف سبقت کرے جو پہلے کسی مسلمان کی ملکیت میں نہ ہو تو وہ شخص اس شئے کی نسبت زیادہ حق دار ہے۔

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی ایک روایت نقل ہوئی ہے:

---

[42] ۔اقتصادنا، شہید باقرالصدر، جلد ۲ ص ۴۴۹۔ (اذا لم یوجد اجماع تعبدی، القول بان المناجم التی توجد فی الاراضی المملوکۃ او المختصۃ، لیست ملکا لاصحاب الاراضی، وان وجب لدی استثمارها ان یلاحظ حق صاحب الارض فی ارضه، لان احیاء تلك المناجم، استخراجها یتوقف علی التصرف فی الارض)

[43] ۔ مستدرک الوسائل، مرزانوری، جلد ۳ ص ۱۴۹ اباب احدیث ۴۔

’’عَنْ غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَضَى رَسُولُ اللهِ ص فِي سَيْلِ وَادِي مَهْزُورٍ أَنْ يُحْبَسَ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ لِلنَّخْلِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ لِلزَّرْعِ إِلَى الشِّرَاكَيْنِ۔ ثُمَّ يُرْسَلَ الْمَاءُ إِلَى أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ لِلزَّرْعِ إِلَى الشِّرَاكِ وَ لِلنَّخْلِ إِلَى الْكَعْبِ ثُمَّ يُرْسَلَ الْمَاءُ إِلَى أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ‘‘۔[44]

ترجمہ : غیاث بن ابراہیم ، نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہاالسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا ﷺ نے ، مھزور نامی نہر کے پانی کے بارے فیصلہ فرمایا : کہ نہر کے دہانے کے قریب زمین والا شخص کھجور کے باغات کی آبیاری کے لیے کعبین (پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے) اور کھیتی باڑی کے لیے جوتے کے تسمے کی مقدار تک پانی روکے گا، پھر اپنے بعد والے کے لیے کھجور کے باغات کے لیے کعبین اور زراعت کے لیے جوتے کے تسمے کی مقدار تک سیر اب ہونے کے لیے پانی چھوڑے گا، اور کھیتی ب اسی طرح دوسرا شخص اپنے بعد والے کے لیے اتنی ہی مقدار تک ،چونکہ اگر سب کو مساوی پانی دیا جائے اور پانی بھی اتنا قلیل ہے کہ سب کے لیے کافی نہیں ہے ،تو سب کی زراعت اور باغات کو نقصان پہنچے گا، لھذا اگر روایت کے مطابق عمل کیا جائے تو حداقل بعض افراد کی کھیتی باڑی اور باغات کو نقصان نہیں ہوگا۔

دریاؤں اور بڑی نہروں سے پانی کے حصول کے لیے چھوٹی نہریں کھودنے کا حکم :

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بڑے دریاؤں اور نہروں میں موجود پانی کے حصول کے لیے تمام انسان برابر ہیں ،اور کسی بھی کسی دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے ،اس مسئلہ پر تمام شیعہ و سنی کا اتفاق ہے ،اور اہل سنت ، رسول اکرمؐ کی اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(عن النبی، صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، أنہ قال: الناسُ شُرَکاءُ فی ثلاث: الکَلإِ و الماء و النار) [45]

نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ تین چیزوں میں مشترک ہیں ،چراہ گاہ ، پانی ،اور آگ۔
شیعہ حضرات بھی امام موسی کاظم علیہ السلام سے ایک روایت دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

’’مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَاءِ الْوَادِي فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ شُرَكَاءُ فِي الْمَاءِ وَ النَّارِ وَ الْكَلَإِ‘‘[46]

محمد بن سنان نے، امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے نہر کے پانی کے بارے سوال کیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق تمام مسلمین ، پانی، آگ اور چراگاہ میں برابر کے شریک ہیں۔
اگرچہ اس روایت میں لفظ مسلمان استعمال ہوا ہے ، لیکن بعض دوسری روایات میں اور اسی تمام شیعہ فقہاء کے نزدیک مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ کافر بھی ان تین چیزوں میں برابر کا شریک ہے۔

---

[44] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۱۷ص ۳۳۴، باب ۸ از کتاب احیاء الموات، حدیث ا، مسلسل نمبر ۳۲۲۵۹ ؛الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۷۸، باب بیع الماء، حدیث ۳

[45] ۔ نقل از، تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، جلد ۲ ص ۴۰۶، کتاب احیاء الموات۔

[46] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۱۷، باب ۵ حدیث ا، مسلسل نمبر ۳۲۲۵۱ ؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جلد ۳ ص ۲۳۹، باب بیع الکلاء، حدیث ۳۸۷۴۔

اگر یہ نہر کسی ایک شخص نے کھودی ہے تو وہ ساری نہر اور اس کے پانی کا مالک ہوگا، لیکن اگر چند افراد نے ملکر نہر کھودی ہو تو ہر ایک اپنے کام اور خرچ کی نسبت سے نہر اور اس کے پانی کا مالک ہوگا، یعنی اگر ایک شخص نے نہر کا، ایک پنجم حصہ کھودی ہے تو وہ اتنی ہی مقدار نہر اور اس کے پانی کا مالک ہوگا، لیکن دوسرے نے ایک سوم نہر کھودی ہے تو وہ نہر اور اسکے پانی کا ایک سوم مالک ہوگا، پس ملکیت کا معیار کام اور خرچ کی مقدار ہوگی نہ زمین کی مقدار، ممکن ہے ایک شخص کی بیس ایکڑ زمین ہو لیکن اس نے دس ایکڑ زمین کی مقدار کام اور خرچہ کیا ہو، جبکہ دوسرے شخص کی پانچ ایکڑ زمین ہے اور اس نے دس ایکڑ زمین کی مقدار کام اور خرچہ کیا ہے، پس ہر شخص کے کام کی نسبت سے وہ شخص نہر اور اسکے پانی کا مالک ہوگا[47]

پس خلاصہ یہ ہوا کہ زمین پر بہنے والا قدرتی پانی (دریاؤں، بڑی نہروں) میں تمام انسان مشترک ہیں، اور ہر شخص کسی ظرف یا نہر کھود کے اسے حاصل کرنے کے بعد اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے، اگر نہر ایک شخص نے کھودی ہو تو وہ تمام نہر اور اسکے پانی کا مالک ہوگا، لیکن اگر چند افراد نے ملکر کھودی ہو تو ہر ایک اپنے کام اور خرچ کی نسبت سے اس کا مالک ہوگا۔

زمین کے اندر موجود پانی اور اس کا حکم:

زمین کے اندر موجود پانی جسے کنوا کھود کے نکالا جاتا ہے، اب یہ کنوا، یا کھودنے والے کی اپنی زمین میں کھودا گیا ہے، اس صورت میں کنوا اور اس کا پانی کھودنے والے کی ملکیت ہوگا، اور وہ کسی دوسرے ہمسائے کے لیے مانع واقع نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی زمین میں کنوا نہ کھودے مگر جب اسے نقصان ہو جیسے اس کے کنویں کا پانی پڑوسی کے کنویں کی طرف جذب ہو جائے، چونکہ پڑوسی کو نقصان پہنچانا صحیح نہ ہوگا۔ جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

"وَقَالَ ص: مَا زَالَ جَبْرَائِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوَرِّثُ بِشَيْءٍ"[48]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبرائیل ہمیشہ مجھے ہمسایہ کی سفارش کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید ہمسایہ ارث میں شریک ہے۔

اگر بنجر زمین میں کنوا کھودا جائے، تو اس کی دو صورتیں ہیں، ۱۔ کنوا انسانوں یا حیوانوں کے پانی پینے کے لیے کھودا گیا ہو، جس کا عمق معمولا کم ہوتا ہے، ۲۔ یا زراعت کی آبیاری کے لیے کھودا گیا ہو، اس کا عمق معمولا زیادہ ہوتا ہے۔

پہلی قسم کی صورت میں اگر کھودنے والے کا قصد ملکیت ہو اور ہمیشگی استفادہ کے لیے کھود رہا ہو تو وہ مالک شمار ہوگا، لیکن اگر اس نے عارضی استفادہ کا قصد کیا ہو اور وہ وہاں سے چلا جائے تو بعد میں موجود افراد اس کنویں سے استفادہ کرنے کے حوالے سے مساوی ہوں گے۔

کنویں کی حریم کی مقدار:

حیوانات کے پانی پینے کے لیے بنجر زمین میں کھودے گئے کنویں کی حریم، ۴۰ ذراع ہے، جبکہ زراعت کے لیے کھودے گئے کنویں کی حریم ۶۰ یا ۷۰ ذراع ہے۔

---

47 ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۲ ص ۲۱۷، مسئلہ نمبر ۲۶، کتاب احیاء الموات۔؛ جامع المقاصد، محقق کرکی، جلد ا ص ۴۱۳، کتاب احیاء الموات۔

48 ۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری، جلد ۸ ص ۴۲۲، باب ۷۲ حدیث ۵، مسلسل نمبر ۹۸۶۹

اسی طرح سخت زمین میں نہر کی حریم، پانچ سو ذراع ہے جبکہ نرم زمین میں ہزار ذراع ہے البتہ امام خمینی فرماتے ہیں کہ اگر مذکورہ فاصلہ کے ساتھ بھی کسی نہر کو ضرر اور نقصان پہنچے تو فاصلہ زیادہ کیا جائے گا[49]

مالکیت انتقالی اور اس کے اسباب :

مالکیت انتقالی سے مراد، وہ طریقے اور راستے جن کے ذریعے ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف ملکیت منتقل کی جا سکتی ہے ،انتقال مالکیت کے اسباب کی دو قسمیں ہیں ،۱۔ مالکیت غیر اختیاری کے اسباب ۲۔ مالکیت اختیاری اور ارادی کے اسباب ، غیر اختیاری انتقال مالکیت : وہ عوامل جو طرفین کے ارادے کے بغیر مالکیت کے منتقل ہونے میں مؤثر ہیں ، جیسے موت جو مورث کی مالکیت کو وارث کی طرف منتقل کرتی ہے۔

اختیاری اور ارادی انتقال مالکیت :

وہ عوامل جو طرفین یا کسی ایک کے ارادے اور اختیار سے مالکیت دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونے کا سبب بنتے ہیں ، جیسے خرید وفروخت وغیرہ۔

(الف) غیر اختیاری انتقال مالکیت کے اسباب :

۱۔ارث :

غیر اختیاری انتقال مالکیت کے اسباب میں سے ایک موت ہے،یعنی محض مورث کے مرنے سے ہی اس کا مال، ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جاتا ہے اور اس میں مورث اور ورثاء کی رضایت ضروری نہیں ہے ، البتہ مورث اپنی مرضی سے ایک سوم مال کی وصیت کر سکتا ہے لیکن باقی دو سوم مال غیر اختیاری طور پر میت کے ورثاء کی ملکیت میں چلا جائے گا۔

پس ارث سے حاصل شدہ مال پر مالکیت غیر اختیاری ہو گی ، اور اس مالکیت پر بہت ساری آیات دلالت کرتی ہیں ، جیسا کہ سورہ نساء میں بیان ہوا ہے۔

"للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون و للنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصیبا مفروضا واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه و قولوا لهم قولا معروفا" [50]

ترجمہ : مردوں کے لیے ایک خاص حصہ ہے اس مال سے جو ان کے اقرباء (ماں ، باپ) ارث میں چھوڑ گئے ہیں ،اسی طرح عورتوں کے لیے بھی خاص حصہ ہے اس مال سے جسے اس کے اقرباء چھوڑ گئے ہیں ، وہ حصہ کم ہو یا زیادہ ،خدا کی طرف سے معین کیا گیا ہے ،اور مال تقسیم کے وقت اگر میت کے قریبی رشتہ دار یا یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو اس مال سے کچھ انہیں بھی دو اور ان سے نرمی کے ساتھ کلام کرو۔

اس آیہ شریفہ میں ، للرجال اور للنساء ، میں جو لام استعمال ہوئی ہے وہ مالکیت پر دلالت کرتی ہے اور اس جملے (مما ترك الوالدان والاقربون) سے ظاہر ہوتا ہے کہ میت اس مال پر مالکیت رکھتا تھا۔

---

[49] ۔ تحریر الوسیلہ ،امام خمینی، جلد ۲ ص ۲۰۰، کتاب احیاء الموات۔

[50]۔ سورہ نساء، آیہ ۷، ۸

اسی طرح بہت ساری روایات میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں بیان ہوا ہے۔

''عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَرِثُ مِمَّا تَرَكَ زَوْجُهَا مِنَ الْقُرَى وَ الدُّورِ وَ السِّلَاحِ وَ الدَّوَابِّ شَيْئاً وَ تَرِثُ مِنَ الْمَالِ وَ الْفُرُشِ وَ الثِّيَابِ وَ مَتَاعِ الْبَيْتِ مِمَّا تَرَكَ وَ يُقَوَّمُ النِّقْضُ وَ الْأَبْوَابُ وَ الْجُذُوعُ وَ الْقَصَبُ فَتُعْطَى حَقَّهَا مِنْه'' [51]

ترجمہ: جناب زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بتحقیق عورت اپنے شوہر سے گھر، اسلحہ حیوانات کے حوالے سے ارث حاصل نہیں کرے گی، اور مال، فرش، لباس اور گھر کے سامان کے حوالے سے ارث حاصل کرے گی، اور اسی طرح گھر کی دیوار، دروازے اور چھت کے سامان کی قیمت سے بھی ارث حاصل کرے گی، پس اسے ان چیزوں میں اس کا حق دو۔

۲۔''عَنْ زُرَارَةَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ لَا تَرِثُ النِّسَاءُ مِنْ عَقَارِ الْأَرْضِ شَيْئاً'' [52]

ترجمہ: جناب زرارہ اور جناب محمد بن مسلم، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ عورت گھر کی زمین سے ارث حاصل نہیں کرے گی۔

۲۔ارتداد:

غیر اختیاری انتقال مالکیت کا دوسرا سبب اور عامل کسی شخص کا مرتد ہونا ہے۔

مرتد کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مرتد فطری، ۲۔ مرتد ملی۔

مرتد فطری: وہ مرتد جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک اس کے نطفہ کے انعقاد کے وقت مسلمان تھے اور اس نے بھی بلوغ کے بعد اسلام کا اظہار کیا اور اس کے بعد مرتد ہوا ہے، اگر مرتد فطری مرد ہو تو اس کے مرتد ہونے کے ساتھ ہی اس کا مال اس کی ملکیت سے خارج ہو کر اسکے مسلمان ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گا اور مرتد ہونے کے بعد اگر کوئی اقتصادی کام کرے گا تو اس کا مالک نہ ہو گا، بلکہ اس کی تمام درآمد اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو گی، البتہ اگر توبہ کرے تو اس کے بعد والی درآمد کا مالک بن سکتا ہے۔

مرتد ملی: وہ مرتد جس کے والدین کافر تھے اور اس نے بھی بلوغ کے بعد کفر اختیار کیا، پھر مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہو، مرتد ملی کا مال اس کے مرتد ہونے کے ساتھ اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہو گا بلکہ اس کی موت پر ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو گا۔[53]

۳، ۴۔ خمس اور زکواۃ:

مال کا خمس اور زکواۃ کے حد نصاب تک پہنچنے پر کچھ مقدار مال، فقراء اور امام (حکومت اسلامی) کی ملکیت میں منتقل ہو جاتا ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک زکواۃ اور خمس خود اس مال پر واجب ہوتا ہے جو حد نصاب تک پہنچ جائے اور یہ ملکیت خود بخود منتقل ہو

51۔ الاستبصار، شیخ طوسی، جلد ۴ ص ۱۵۱، باب ۹۴، حدیث ۲: وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۶ ص ۲۱۰، باب ۶ حدیث ۷ ۳۲۸۴

52۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۷ ص ۱۲۸، حدیث ۴: وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۶ ص ۲۰۸، باب ۶ حدیث ۳۲۸۴۱۔

53 ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۲ ص ۳۶۷، کتاب المواریث

جاتی ہے ، اس میں صاحب مال کے ارادے اور قصد کی ضرورت نہیں ہوتی ، لھذا جونہی خمس اور زکواۃ واجب ہو جاتی ہے تو فقراء اور امام اور سادات اس کے مال میں شریک ہو جاتے ہیں اور ان کے حصے کی مقدار مال ان کی ملکیت ہو جاتا ہے۔

(ب) انتقال مالکیت کے اختیاری اور ارادی اسباب :

اسباب ارادی اور اختیاری سے مراد وہ عوامل جو طرفین کے ارادہ یا کسی ایک کے ارادے سے مالکیت کے منتقل ہونے کا سبب بنے ، اسباب اختیاری کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔اسباب اقتصادی انتقال مالکیت : جیسے خرید وفروخت ، اجارہ ، جعالہ ، مضاربہ وغیرہ۔

۲۔اسباب سیاسی انتقال مالکیت : جیسے جنگ کے ذریعے (غنیمت) ، صلح ، وغیرہ۔

(الف) انتقال مالکیت کے سیاسی اسباب :

مسلمین کے مقابلے میں کفار کا ردّ عمل درج ذیل چار صور سے خالی نہیں ہے ۔

۱۔ دعوت اسلام کے مقابلے میں کفار جنگ پر آمادہ ہوں۔

۲۔ لشکر اسلام کے مقابلے میں جنگ پر قادر نہ ہونے کی صورت میں راہ فرار اختیار کریں۔

۳۔ لشکر اسلام کے مقابلے میں جنگ کی بجائے پیمان صلح اور عہد کریں۔

۴۔ رضایت اور رغبت کے ساتھ دعوت اسلام کو قبول کریں۔

پہلی صورت :

جب کفار، مسلمین کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہوں ، اور جنگ کے دوران کفار کو شکست ہو تو ان کا منقول اور غیر منقول مال ان کی ملکیت سے خارج ہو کر مال غنیمت کی صورت میں مسلمین کے اختیار میں چلا جاتا ہے ، اور مال غنیمت میں سے منقول مال کو، خمس ادا کرنے کے بعد مجاہدین میں تقسیم ہو گا۔

لیکن غیر منقول مال ، جیسے زمین ، باغات اور عمارات مجاہدین میں تقسیم نہ ہو نگی ، بلکہ وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمین کی ملکیت ہوں گی ، البتہ یہ ملکیت قابل تقسیم اور ارث میں لی جانے والی نہیں ہے ، اس قسم کی زمین کو مفتوحۃ العنوۃ کہا گیا ہے ، یعنی ایسی زمین جو جنگ میں کفار پر غلبہ پانے کی صورت میں مسلمین کو حاصل ہو ، پس انفال اور مفتوحۃ العنوۃ زمین میں یہ فرق ہے کہ انفال امام اور حکومت اسلامی کی ملکیت ہوتی ہے وہ جسے چاہے فروخت کرے یا ھبہ کرے ، لیکن مفتوحۃ العنوۃ زمین ، امام اور حکومت اسلامی کی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ یہ فقط نگران اور ناظر ہوتے ہیں ، اسے مصالح مسلمین پر خرچ کیا جائے گا ، البتہ جب جنگ پیغمبر اور امام کے اذن سے لڑی جائے ، لیکن اگر انکے اذن کے بغیر جنگ کی جائے تو تمام مال غنیمت ، منقول اور غیر منقول ، انفال شمار ہوگا اور حکومت اسلامی کی ملکیت ہو گا ، درج ذیل روایت اس مدعی پر دلالت کرتی ہے۔

’’عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا غَزَا قَوْمٌ بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ فَغَنِمُوا كَانَتِ الْغَنِيمَةُ كُلُّهَا لِلْإِمَامِ وَ إِذَا غَزَوْا بِأَمْرِ الْإِمَامِ فَغَنِمُوا كَانَ لِلْإِمَامِ الْخُمُس‘‘ [54]

---

[54] ۔ وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی ، جلد ۹ ص ۵۲۹ ، باب احدیث ۱۵ ، مسلسل نمبر ۱۲۶۴۰ ؛ تھذیب الاحکام ، شیخ طوسی ، جلد ۴ ص ۱۳۵ ، باب ۳۸ ، حدیث ۱۲

ترجمہ :امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی قوم ،امام کے اذن کے بغیر جنگ کرے اور اسے غنیمت ملے تو سارا مال غنیمت امام کی ملکیت ہو گا، اور جب امام کے اذن سے جنگ کرے اور اسے مال غنیمت ملے تو فقط اس کا خمس امام کی ملکیت ہو گا۔

اسی طرح اگر امام کے اذن سے جنگ کی جائے اور کافر بادشاہوں کی طرف سے خصوصی طور پر مخصوص افراد کو دی گئی زمینیں، مسلمین مال غنیمت کے طور پر حاصل کریں تو وہ بھی امام اور حکومت اسلامی ملکیت ہو گا۔ جیسا کہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ ''عَنِ الثُّمَالِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ فِي الْمُلُوكِ الَّذِينَ يَقْطَعُونَ النَّاسَ قَالَ هُوَ مِنَ الْفَيْءِ وَ الْأَنْفَالِ ''[55]

ترجمہ: جناب ابو حمزہ ثمالی نے ،امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام کو بادشاہوں کی طرف سے لوگوں کو خصوصی طور پر دی گئی زمین کے بارے فرماتے ہوئے سنا کہ وہ فیء اور انفال میں شمار ہو گی،

۲۔''عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ع عَنِ الْأَنْفَالِ فَقَالَ هِيَ الْقُرَى الَّتِي قَدْ خَرِبَتْ وَ انْجَلَى أَهْلُهَا فَهِيَ لِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ مَا كَانَ لِلْمُلُوكِ فَهُوَ لِلْإِمَامِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْأَرْضِ الْخَرِبَةِ- لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ وَ كُلُّ أَرْضٍ لَا رَبَّ لَهَا وَ الْمَعَادِنُ مِنْهَا وَ مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ لَهُ مَوْلًى فَمَالُهُ مِنَ الْأَنْفَالِ ''[56]

ترجمہ: جناب اسحاق بن عمار نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انفال کے بارے سوال کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ بستی یا شہر جو غیر آباد ہو گیا ہو اور اس میں رہنے والے وہاں سے کوچ کر گئے ہوں تو وہ خدا اور رسول کی ملکیت ہو گی، اور جو حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے ہے وہ امام کی ملکیت ہو گی، اور اسی طرح وہ غیر آباد زمین جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو، اور ہر وہ زمین اور اس میں موجود معادن جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور لاوارث میت کا ترکہ یہ سب انفال میں شمار ہو گا اور امام اور حاکم اسلامی کی ملکیت ہو گی۔

دوسری صورت:

جب کفار، لشکر اسلام کا مقابلہ نہ کر سکیں اور راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنا مال چھوڑ جائیں تو اس صورت میں وہ سارا مال فیء اور انفال شمار ہو گا، اور حاکم اسلامی کے اختیار میں ہو گا، جیسا کہ سورہ حشر میں ارشاد ہوا ہے۔

(وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب) [57]

ترجمہ: وہ چیز جو خداوند متعال اپنے رسول کو واپس پلٹا دے، تم نے اسے حاصل کرنے کے لیے گھوڑے اور سواری سے کام نہ لیا ہو (یعنی جنگ نہ کی ہو) اس کے علاوہ بہت ساری روایات بھی اس مطلب کی طرف اشارہ کرتیں ہیں۔

---

55 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۳۳، باب احدیث ۲۹، مسلسل نمبر ۱۲۶۵۴

56 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۳۲، باب ا، مسلسل نمبر ۱۲۶۴۴

57 ۔ سورہ حشر، آیہ ۴

۱۔ عَنْ حَفْصِ بْنِ الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الْأَنْفَالُ مَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ أَوْ قَوْمٌ صَالَحُوا أَوْ قَوْمٌ أَعْطَوْا بِأَيْدِيهِمْ وَ كُلُّ أَرْضٍ خَرِبَةٍ وَ بُطُونُ الْأَوْدِيَةِ فَهُوَ لِرَسُولِ اللهِ ص وَ هُوَ لِلْإِمَامِ مِنْ بَعْدِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاء[58]

ترجمہ: جناب حفص بن بختری، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ شئے انفال ہے جو بغیر جنگ اور لشکر کشی کے حاصل ہو، یا کوئی قوم صلح کے عنوان سے ادا کرے، یا کوئی گروہ (کفار) اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو دے (یعنی جزیہ)، اور ہر وہ غیر آباد زمین، اور دو وادیوں کا درمیانی حصہ، یہ سب رسول اللہ کی ملکیت ہے اور ان کے بعد امام علیہ السلام یا حاکم اسلامی کی ملکیت شمار ہو گی وہ جس طرح چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

۲۔ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ع عَنِ الْأَنْفَالِ فَقَالَ هِيَ الْقُرَى الَّتِي قَدْ خَرِبَتْ وَ انْجَلَى أَهْلُهَا فَهِيَ لِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ مَا كَانَ لِلْمُلُوكِ فَهُوَ لِلْإِمَامِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْأَرْضِ الْخَرِبَةِ۔ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ وَ كُلُّ أَرْضٍ لَا رَبَّ لَهَا وَ الْمَعَادِنُ مِنْهَا وَ مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ لَهُ مَوْلًى فَمَالُهُ مِنَ الْأَنْفَال[59]

ترجمہ: جناب اسحاق بن عمار نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انفال کے بارے سوال کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ بستی یا شہر جو غیر آباد ہو گیا ہو اور اس میں رہنے والے وہاں سے کوچ کر گئے ہوں تو وہ خدا اور رسول کی ملکیت ہو گی، اور جو حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے ہے وہ امام کی ملکیت ہو گی، اور اسی طرح وہ غیر آباد زمین جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو، اور ہر وہ زمین اور اس میں موجود معادن جو کسی کی ملکیت نہ ہو، اور لاوارث میت کا ترکہ یہ سب انفال میں شمار ہو گا اور امام اور حاکم اسلامی کی ملکیت ہو گی۔

تیسری صورت:

کفار، نہ لشکر اسلام کے ساتھ جنگ کریں اور نہ ہی فرار، بلکہ مسلمین کے ساتھ پیمان صلح باندھیں، یعنی ان کی زمینیں انہی کے پاس رہیں اور وہ امام یا حکومت اسلامی کو اپنی زمینوں یا افراد کے حوالے سے ٹیکس ادا کریں جسے جزیہ کہا جاتا ہے۔ اس پیمان کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کفار اپنی زمینوں کو مسلمین کے حوالے کر دیں، فقط وہ اس زمین میں کھیتی باڑی کریں اور درآمد میں سے زمین کا حصہ حکومت اسلامی کو ادا کریں، اس صورت میں زمین کفار کی ملکیت سے خارج ہو گی اور حکومت اسلامی کی ملکیت شمار ہو گی۔

چوتھی صورت:

چوتھی صورت یہ ہے کہ کفار، دعوت اسلام اپنی رضایت اور رغبت سے قبول کریں، اس صورت میں انکی زمین انہی کی ملکیت میں باقی رہے گی، اور وہ باقی مسلمانوں کی طرح اپنی زمین فروخت یا ھبہ اور ارث میں لے سکتے ہیں۔

(ب) انتقال مالکیت کے اقتصادی اور اختیاری اسباب:

۱۔ وقف:

---

58 ۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ا ص ۵۳۹، باب الفیء والانفال، حدیث ۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۲۳، باب ا، حدیث ا، مسلسل نمبر ۱۲۶۲۵

59 ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۵۳۲، باب ا، مسلسل نمبر ۱۲۶۴۴

قرآن اور سنت سے ثابت ہے کہ انسان اپنا تمام مال یا کچھ مقدار خدا کی راہ میں ایک خاص طبقہ یا عموم مسلمین کے لیے وقف کر سکتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ واقف جب تک موقوفہ کا مالک نہ ہو گا اس وقت تک وقف صحیح نہیں ہے بلکہ ملکیت نہ ہونے کی صورت میں واقف غاصب شمار ہوگا، پس جب تک انسان کسی شئے کا مالک نہ ہو گا اس وقت تک وہ اس شئے کو کسی دوسرے کی ملکیت میں نہیں دے سکتا، جیساکہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

(عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الرَّجُلِ يَقُولُ إِنِ اشْتَرَيْتُ فُلَانَةَ أَوْ فُلَاناً فَهُوَ حُرٌّ وَ إِنِ اشْتَرَيْتُ هَذَا الثَّوْبَ فَهُوَ فِي الْمَسَاكِينِ وَإِنْ نَكَحْتُ فُلَانَةَ فَهِيَ طَالِقٌ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ كُلُّهُ بِشَيْءٍ لَا يُطَلِّقُ إِلَّا مَا يَمْلِكُ وَ لَا يَصَّدَّقُ إِلَّا بِمَا يَمْلِكُ وَ لَا يُعْتِقُ إِلَّا مَا يَمْلِكُ) [60]

ترجمہ: جناب زرارہ نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جو یہ کہتا ہے کہ اگر میں نے فلان کنیز یا غلام کو خریدا تو وہ آزاد ہے، اور اگر میں نے اس لباس کو خریدا تو وہ مساکین میں استعمال ہو گا، اور اگر میں نے فلاں عورت کے ساتھ نکاح کیا تو وہ مطلقہ ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ کہا ہے یہ سب ٹھیک نہیں ہے، چونکہ نکاح کرنے سے پہلے طلاق دینا صحیح نہیں ہے، اور صدقہ کرنا صحیح نہیں ہے مگر جب وہ شئے اس کی ملکیت میں ہو اور آزاد کرنا صحیح نہیں ہے مگر جب وہ اس کی ملکیت میں ہو۔

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ جب تک کوئی چیز انسان کی اپنی ملکیت میں نہ ہو اس چیز کو کسی دوسرے کی ملکیت میں دینا صحیح نہ ہوگا۔

عَنْ مَعْمَرِبْنِ يَحْيَى بْنِ (سَالِمٍ) أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ لَا يُطَلِّقُ الرَّجُلُ إِلَّا مَا (مَلَكَ)۔ وَ لَا يُعْتِقُ إِلَّا مَا (مَلَكَ) وَ لَا يَتَصَدَّقُ إِلَّا بِمَا (مَلَكَ [61]

ترجمہ: معمر بن یحی بن سالم، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ مرد طلاق نہیں دے سکتا مگر جب تک وہ اس سے نکاح نہ کرے، اور آزاد نہیں کر سکتا مگر جب تک وہ اسے ملکیت میں نہ لے، اور کسی شئے کا صدقہ نہیں دے سکتا جب تک وہ شئے اس کی ملکیت نہ ہو۔

۲۔ وصیت:

مالکیت خصوصی، کے ادلہ میں سے دوسرا مورد وصیت ہے اور فقہی کتب میں وصیت کو مالکیت خصوصی کی ادلہ قطعیہ میں شمار کیا گیا ہے، قرآن وسنت سے کی روشنی سے یہ ثابت ہے، جیساکہ ارشاد ہوا ہے۔

(کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیه للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین) [62]

---

[60] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۳ ص ۲۳۱، باب ۱۴ حدیث ۵، مسلسل نمبر ۲۹۴۵۲ ؛ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۸ ص ۲۸۹، باب ۴ حدیث ۶۱

[61] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۲ ص ۳۵، باب ۱۲ حدیث ۱۱، مسلسل نمبر ۲۷۹۵۵؛ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۸ ص ۵۲، باب ۳ حدیث ۸۵

[62] ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۰

ترجمہ : تم پر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جب تمہیں موت آنے لگے ،اور تم مال و دولت چھوڑے جا رہے ہو تو اپنے والدین اور اقرباء کے لیے احسان کی وصیت کرو، اور یہ عمل حق ہے متقین پر۔

نکات :

ا۔ اس آیہ میں لفظ (کتب) بمعنی (فرض) ہے جو کہ وصیت کے وجوب اور ضروری ہونے پر دلالت کر رہا ہے ، جیسا کہ دیگر آیات میں بھی لفظ کتب ،اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(کتب علیکم الصیام۔۔۔) [63] (کتب علیکم القتال۔۔۔) [64] وغیرہ ،

۲۔ لفظ (خیر) سے مراد ، مال ہے ، جیسا کہ بعض دیگر آیات میں بھی لفظ خیر کا اطلاق ، مال پر ہوا ہے ۔ (وما تنفقوا من خیر) [65] (وانہ لحب الخیر لشدید) [66]

اسی طرح روایات میں بھی وصیت اور اس کے ضروری ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ا ۔ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ ع أَنَّ دُرَّةَ بِنْتَ مُقَاتِلٍ تُوُفِّيَتْ وَ تَرَكَتْ ضَيْعَةً أَشْقَاصاً فِي مَوْضِعٍ كَذَا وَ أَوْصَتْ لِسَيِّدِنَا فِي أَشْقَاصِهَا بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَ نَحْنُ أَوْصِيَاؤُهَا فَأَحْبَبْنَا إِنْهَاءَ ذَلِكَ إِلَى سَيِّدِنَا فَإِنْ أَمَرَنَا بِإِمْضَاءِ الْوَصِيَّةِ عَلَى وَجْهِهَا أَمْضَيْنَاهَا وَ إِنْ أَمَرَنَا بِغَيْرِ ذَلِكَ انْتَهَيْنَا إِلَى أَمْرِهِ فِي جَمِيعِ مَا يَأْمُرُنَا بِهِ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى فَكَتَبَ ع بِخَطِّهِ لَيْسَ يَجِبُ لَهَا فِي تَرِكَتِهَا إِلَّا الثُّلُثُ فَإِنْ تَفَضَّلْتُمْ وَ كُنْتُمُ الْوَرَثَةَ كَانَ جَائِزاً لَكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ [67]

ترجمہ : احمد بن اسحاق ، سے روایت ہے کہ اس نے امام ابوالحسن کو لکھا کہ درۃ بنت مقاتل وفات پا گئی ہے اور اس نے مختلف جگہ پر کاشتکاری والی زمین ترکہ میں چھوڑی ہے ، اور اس زمین کے حوالے سے میرے سردار (امام) کے لیے وصیت کی ہے، جو کہ ایک سوم سے زائد ہے اور ہم اس کے اوصیاء ہیں لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ آپ تک پہنچائیں ، اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کی وصیت کے مطابق عمل کریں ، اور اگر آپ کوئی اور حکم فرمائیں تو ہم اس کی وصیت پر عمل نہیں کریں گے ۔ ان شاء اللہ تعالی ! امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا ،آپ ایک سوم ترکہ سے زائد پر عمل نہیں کر سکتے ،ہاں اگر تم ورثہ مہربانی کرتے ہوئے ایک سوم سے زائد مال کی اجازت دو تو پھر تمہارے لیے اس کی وصیت کے مطابق عمل کرنا جائز ہوگا۔

۲ ۔عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ ع اعْلَمْ يَا سَيِّدِي أَنَّ ابْنَ أَخٍ لِي تُوُفِّيَ فَأَوْصَى لِسَيِّدِي بِضَيْعَةٍ وَ أَوْصَى أَنْ يُدْفَعَ كُلُّ شَيْءٍ فِي دَارِهِ حَتَّى الْأَوْتَادُ تُبَاعُ وَ يُجْعَلُ الثَّمَنُ إِلَى سَيِّدِي وَ أَوْصَى بِحَجٍّ وَ أَوْصَى لِلْفُقَرَاءِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ أَوْصَى لِعَمَّتِهِ وَ أُخْتِهِ بِمَالٍ فَنَظَرْتُ فَإِذَا مَا أَوْصَى بِهِ أَكْثَرُ مِنَ الثُّلُثِ وَ لَعَلَّهُ يُقَارِبُ النِّصْفَ مِمَّا تَرَكَ وَ خَلَّفَ ابْناً لَهُ ثَلَاثُ سِنِينَ وَ تَرَكَ دَيْناً

---

63 سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۳۔

64 ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۱۶۔

65 ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۷۲

66 ۔ سورہ عادیات، آیہ ۸

67 ۔ من لایحضرہ الفقیہ ، شیخ صدوق ، جلد ۴ ص ۱۸۷، حدیث ۵۴۲۹ ؛ وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی ، جلد ۱۹ ص ۲۷۵ ، باب ۱۱ حدیث ۲۴۵۸۰

فَرَأْيُ سَيِّدِي فَوَقَّعَ ع يُقْتَصَرُ مِنْ وَصِيَّتِهِ عَلَى الثُّلُثِ مِنْ مَالِهِ وَ يُقْسَمُ ذَلِكَ بَيْنَ مَنْ أَوْصَى لَهُ عَلَى قَدْرِ سِهَامِهِمْ إِنْ شَاءَ اللهُ[68]

ترجمہ: حسین بن مالک، نے کہا کہ میں نے امام ابی الحسن علیہ السلام کی طرف لکھا، اے میرے سردار، میرے بھتیجے کا انتقال ہوا ہے اور اس نے وصیت کی تھی کہ میری زمین اور جو کچھ میرے گھر میں ہے حتی کہ دیوار میں لگی میخیں بھی فروخت کرکے رقم میرے سردار اور مولا کی خدمت میں دی جائے اور حج کی ادائیگی، خاندان کے فقراء اور اپنی پھوپھی اور خالہ کے بارے وصیت کی ہے، جو کہ ایک سوم سے زائد ہے، بلکہ شاید ترکہ کا نصف ہو، حالانکہ اس کا ایک تین سال کا بیٹا بھی ہے اور وہ مقروض بھی تھا؟ میں آپکی رای کا منتظر ہوں، امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا، وصیت فقط ایک سوم مال تک نافذالعمل ہوگی اور اسی ایک سوم مال کو موصی لہ کے درمیان ان کے سہام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

ان تمام آیات اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان حلال طریقے سے کمائے ہوئے مال کا مالک ہوتا ہے اور وہ اپنے مال میں سے ایک سوم تک کسی شخص کے لیے بھی وصیت کرسکتا ہے، پس اگر وہ مالک نہ ہوتا تو اس کا وصیت کرنا صحیح نہ ہوتا اور اسی طرح موصی لہ کا مال کو اپنی ملکیت میں لینا جائز اور صحیح نہ ہوتا۔

تجارت (خرید وفروخت):

مالکیت خصوصی کے ادلہ میں سے ایک تجارت اور خرید وفروخت ہے، اور تجارت کی اہمیت اور ضرورت پر دین اسلام میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، تجارت اور خرید وفروخت کے اہم ارکان میں سے ایک رکن اشیاء کا مالک ہونا ہے، چونکہ کسی غیر کے مال کا فروخت کرنا جائز اور صحیح نہیں ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اس امر کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

(یا ایھا الذین امنوا لاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم)[69]

ترجمہ: اے صاحبان ایمان: آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، مگر تجارت کے ذریعے جب طرفین راضی ہوں۔

نکات:

۱۔ اس آیہ میں مسلمان کے حق مالکیت کا احترام، اور دوسروں کو اس میں تصرف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف نہ کیا جائے۔

۲۔ لفظ (اموال) کو کم ضمیر کی طرف مضاف کیا گیا ہے جو کہ مالکیت کو ثابت کرتی ہے۔

۳۔ مال کھانے کو دو قسموں (حق اور باطل) میں تقسیم کیا گیا ہے اور باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال کو کھانے سے منع کیا گیا ہے اور تجارت اور رضایت کو حق کی علامت کہا گیا ہے۔

اسی طرح روایات میں بھی تجارت اور خرید وفروخت پر زور اور اس کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔

---

68 ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۷ ص ۶۰، حدیث ۱۳؛ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۹ ص ۱۸۹، باب ۱۰ حدیث ۱۱

69 ۔ سورہ نساء، آیہ ۲۹

۱ ۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ فُضَيْلٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الْأَوَّلَ ع عَنْ رَجُلٍ اشْتَرَى مِنِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فُلَانٍ بَعْضَ قَطَائِعِهِمْ وَ كَتَبَ عَلَيْهَا كِتَاباً بِأَنَّهَا قَدْ قَبَضَتِ الْمَالَ وَ لَمْ تَقْبِضْهُ فَيُعْطِيهَا الْمَالَ أَمْ يَمْنَعُهَا قَالَ فَلْيَقُلْ لَهُ لِيَمْنَعْهَا أَشَدَّ الْمَنْعِ فَإِنَّهَا بَاعَتْهُ مَا لَمْ تَمْلِكْهُ [70]

ترجمہ: محمد بن قاسم بن فضیل نے کہا کہ میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہا ایک مرد نے فلاں قبیلہ کی عورت سے زمین خریدی، اور اس پر انہوں نے ایک سند بھی لکھی کہ فروخت کرنے والے نے رقم وصول کرلی ہے لیکن ابھی زمین تحویل میں نہیں دی، کیا خریدار اسے زمین کی قیمت دے یا نہ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: خریدار کو قیمت ادا کرنے سے حتما پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس عورت نے وہ چیز بیچی ہے جس کی وہ مالک نہ تھی۔

۲ ۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النِّيلِ عَنْ أَرْضٍ اشْتَرَاهَا بِفَمِ النِّيلِ۔ وَ أَهْلُ الْأَرْضِ يَقُولُونَ هِيَ أَرْضُهُمْ وَ أَهْلُ الْأُسْتَانِ يَقُولُونَ هِيَ مِنْ أَرْضِنَا فَقَالَ لَا تَشْتَرِهَا إِلَّا بِرِضَا أَهْلِهَا [71]

ترجمہ: جناب محمد بن مسلم نے، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ اہل نیل میں سے ایک مرد نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس نے فم نیل میں زمین خریدی ہے اور اہل نیل کہتے ہیں کہ یہ ان کی زمین ہے جبکہ اہل استان کہتے ہیں کہ ہماری زمین ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: زمین کو نہ خریدو مگر جب اس کا مالک راضی ہو۔

انفاق:

دین اسلام میں مال و دولت کمانے اور جمع کرنے کی کوئی حد معین نہیں کی، البتہ مال کمانے کی کیفیت اور اس کے طریقے معین کیے ہیں، جس طریقے سے دوسروں کے حقوق ضائع ہوں یا دوسروں پر اخلاقی، بدنی یا روانی طور پر برے اثرات مرتب ہوں تو دین اسلام نے ایسے طریقے سے مال کمانے سے منع فرمایا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے۔

پس جہاں پر دین اسلام نے مال وثروت کمانے اور جمع کرنے کی کوئی حد معین اور ممانعت نہیں ہے، وہاں پر دین اسلام نے اس مال میں غرباء اور مساکین کا حصہ قرار دیتے ہوئے انفاق کرنے کی تاکید فرمائی ہے، تاکہ نظام اقتصادی میں تعادل اور برابری قائم ہوسکے۔

انفاق اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر قرآن وسنت میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ

۱۔ (واذا قیل لهم انفقوا مما رزقکم الله قال الذین کفروا للذین آمنوا انطعم من لویشاء الله اطعمه) [72]

ترجمہ: جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ خدا نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے انفاق کرو، تو کفر اختیار کرنے والوں نے اہل ایمان سے کہا کہ ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں کہ اگر خدا چاہتا تو خود ان کو کھانا کھلاتا۔

---

70 ۔ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد۶ ص ۳۳۹، باب ۹۳ حدیث ٦٦؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۱۹ ص، ۴۷ باب ۲ حدیث ۲۴۱۸۴

71 ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۳، حدیث ۴؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۱۷ ص، ۳۳۴ باب ۱ حدیث ۲۲۶۹۴

72 ۔ سورہ یس، آیہ ۴۷

۲۔ (لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون)[73]

ترجمہ: تم ہر گز نیکی تک نہ پہنچ پاؤ گے مگر اس چیز کو جسے تم پسند کرتے ہو خدا کی راہ میں انفاق کرو۔

اسی طرح روایات میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جیسا کہ

۱۔ عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع۔ عَنِ الرَّجُلِ لَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا قُوتُ يَوْمِهِ أَ يَعْطِفُ مَنْ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ عَلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ شَيْءٌ وَ يَعْطِفُ مَنْ عِنْدَهُ قُوتُ شَهْرٍ عَلَى مَنْ دُونَهُ وَ السَّنَةُ عَلَى نَحْوِ ذَلِكَ أَمْ ذَلِكَ كُلُّهُ الْكَفَافُ الَّذِي لَا يُلَامُ عَلَيْهِ فَقَالَ هُوَ أَمْرَانِ أَفْضَلُكُمْ فِيهِ أَحْرَصُكُمْ عَلَى الرَّغْبَةِ وَ الْأَثَرَةِ عَلَى نَفْسِهِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ۔ وَ يُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ وَ الْأَمْرُ الْآخَرُ لَا يُلَامُ عَلَى الْكَفَافِ وَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُول[74]

ترجمہ: جناب سماعہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے زائد نہیں ہے کیا وہ انفاق کرے ایسے شخص پر جس کے پاس ایک دن کے کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے ، اور اسی طرح جس کے پاس ایک ماہ کا خرچہ ہے وہ انفاق کرے اس پر جس کے پاس ایک ماہ سے کم خرچہ ہے، اور اسی طرح ایک سال کا خرچہ رکھنے والا اپنے سے کم تر پر انفاق کرے، یا یہ اسکی اپنی ضرورت شمار ہو گی اور اس پر انفاق کرنا ضروری نہ ہوگا،اور انفاق نہ کرنے پر اسے ملامت نہ کی جائے گی ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہاں پر دو چیزیں ہیں ،ایک انفاق کی فضیلت ہے تو اس کے حوالے سے جو تم میں سے زیادہ ایثار کرے گا وہ تمہاری نسبت خدا کے نزدیک زیادہ بہتر ہو گا، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (ویؤثرون علی انفسهم ولوکان بهم خصاصة) دوسری چیز انفاق نہ کرنے پر ملامت کے حوالے سے تو جو شخص اپنی ضرورت کی مقدار تک مال رکھتا ہے اس پر انفاق ضروری نہیں اور اسے ملامت نہیں کی جائے گی اور دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے ،اور اس کے اپنے اہل و عیال دوسروں کی نسبت اولویت رکھتے ہیں۔

۲۔ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الَّذِينَ فِي أَمْوالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ. لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُومِ أَ هُوَ سِوَى الزَّكَاةِ فَقَالَ هُوَ الرَّجُلُ يُؤْتِيهِ اللهُ الثَّرْوَةَ مِنَ الْمَالِ فَيُخْرِجُ مِنْهُ الْأَلْفَ وَ الْأَلْفَيْنِ وَ الثَّلَاثَةَ الْآلَافِ وَ الْأَقَلَّ وَ الْأَكْثَرَ فَيَصِلُ بِهِ رَحِمَهُ وَ يَحْمِلُ بِهِ الْكَلَّ عَنْ قَوْمِهِ[75]

ترجمہ: اسماعیل بن جابر، امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس ارشاد (والذین فی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم) کے بارے میں نقل کرتے ہیں ،کہ کیا یہ زکواۃ کے علاوہ ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ حق معلوم یہ ہے کہ خدا کسی شخص کو مال عطا کرے،اور وہ ہزار یا دو ہزار یا اس سے کم و بیش جدا کرکے رکھتا ہے اور صلہ رحم کرتا ہے اور اپنی قوم کے غریب اور ناچار افراد کی مدد کرتا ہے۔

پس گذشتہ آیات اور روایات سے یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ

---

[73] ۔ سورہ آل عمران، آیہ ۹۲

[74] ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۴ ص ۱۸، حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۴۳۱، باب ۸ ۲ حدیث ۱۲۴۱۱

[75] ۔ الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، جلد ۳ ص ۴۹۹، حدیث ۱۰؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۹ ص ۴۸، باب ۷، حدیث ۱۱۴۹۰

۱۔ انسان ، خدا کے عطا کردہ مال یا کمائے ہوئے مال کا مالک ہوتا ہے ، تبھی تو اس پر انفاق کرنا واجب یا مستحب ہے

۲۔ انسان انفاق کی صورت میں دوسرے کو اپنے مال کا مالک قرار دیتا ہے اور مد مقابل بھی اس مال کو اپنی ملکیت میں لیتا ہے ، اور یہ عمل عقل ، شرع سے ثابت ہے۔

موانع مالکیت :

۱۔ سود (ربا) :

تعریفات :

لغوی تعریف : اکثر لغت کی کتب میں لفظ ربا ، زیادہ اور اضافہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے ، [76] اور بعض آیات قرآن مجید میں بھی یہی لغوی معنی مراد لیا گیا ہے جیسا کہ (وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ) ۔ [77]

اصطلاحی تعریف : فقہی اصطلاح میں معاملات کے دوران اشیاء ربوی (ہم جنس اشیاء) میں یا قرض کی واپسی میں اضافہ وصول کرنے کو ربا (سود) کہا گیا ہے۔ [78]

اسلامی نقطہ نظر سے ، سود کے ذریعے حاصل کیے گئے مال کو اپنی ملکیت میں نہیں لیا جا سکتا ہے ، چونکہ سود کا حصول قرآن اور سنت کی نگاہ میں حرام ہے ، جیسا کہ سورہ بقرہ کی اس آیت سے واضح ہے۔

(یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین ، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون) ۔ [79]

ترجمہ : اے صاحبان ایمان : تقوی الٰھی اختیار کرو ، اور اس کے بعد سود لینا چھوڑ دو ، اور اگر ایسا نہ کرو گے یعنی بقیہ سود کے حصول کو ترک نہ کرو گے تو اللہ سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ ، اور اگر تم توبہ کرو گے اور فقط اپنا سرمایہ واپس لو گے ، تو نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم کوئی ظلم کرے گا۔

اسی طرح سود کے حرام ہونے پر پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت زیادہ روایات بیان ہوئی ہیں۔

۱۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الرِّبَا رِبَاءَانِ أَحَدُهُمَا رِبًا حَلَالٌ وَ الْآخَرُ حَرَامٌ فَأَمَّا الْحَلَالُ فَهُوَ أَنْ يُقْرِضَ الرَّجُلُ قَرْضاً طَمَعاً أَنْ يَزِيدَهُ وَ يُعَوِّضَهُ بِأَكْثَرَ مِمَّا أَخَذَه بلا شَرْطٍ بَيْنَهُمَا فَإِنْ أَعْطَاهُ أَكْثَرَ مِمَّا أَخَذَهُ بِلَا شَرْطٍ بَيْنَهُمَا فَهُوَ مُبَاحٌ لَهُ وَ لَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللهِ ثَوَابٌ فِيمَا أَقْرَضَهُ وَ هُوَ قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَلا يَرْبُوا عِنْدَ اللهِ۔ وَ أَمَّا الرِّبَا الْحَرَامُ فَهُوَ الرَّجُلُ يُقْرِضُ قَرْضاً وَ يَشْتَرِطُ أَنْ يَرُدَّ أَكْثَرَ مِمَّا أَخَذَهُ فَهَذَا هُوَ الْحَرَامُ [80]

---

[76] ۔ لسان العرب ، جلد ۵ ص ۱۲۶ ؛ مجمع البحرین ، جلد ۱ ص ۱۷۴

[77] ۔ سورہ روم ، آیہ ۳۹ ؛ اور اسی طرح باقی دیگر آیات میں بھی یہی معنی مقصود ہے جیسے ، سورہ حج ، آیہ ۵ ؛ سورہ نحل ، آیہ ۹۲ ؛

[78] ۔ جامع المقاصد ، محقق ثانی ، جلد ۴ ص ۲۵۶ ؛ مسالک الافہام ، جلد ۳ ص ۳۱۶

[79] ۔ سورہ بقرہ ، آیہ ۲۷۸ ، ۲۷۹

[80] ۔ وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی ، جلد ۱۸ ص ، ۱۶۰ باب ۱۸ احدیث ۲۳۳۸۹

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سود کی دو قسمیں ہیں۔۱۔حلال، ۲۔حرام ہے۔

حلال وہ ہے جس میں ایک شخص کسی دوسرے کو اس لالچ میں قرض دیتا ہے کہ وہ اسے کچھ اضافے کے ساتھ واپس کرے گا اگرچہ وہ آپس میں اضافے کی شرط نہیں رکھتے، پس اگر مقروض بغیر شرط کے اصل رقم سے کچھ زائد واپس کرے تو یہ سود حلال ہو گا، البتہ قرض دینے والے کے لیے خدا کے نزدیک کوئی اجر نہ ہو گا، اور حرام سود یہ ہے کہ شخص کسی دوسرے کو اس شرط پر قرض دے کہ وہ اسے اضافے کے ساتھ واپس کرے گا، یہ سود حرام ہے۔

۱۔ (عَنْ عُمَرَبْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّ الرِّبْحَ عَلَى الْمُضْطَرِّ حَرَامٌ وَ هُوَ مِنَ الرِّبَا قَالَ وَ هَلْ رَأَيْتَ أَحَداً يَشْتَرِي غَنِيّاً أَوْ فَقِيراً إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ يَا عُمَرُ قَدْ أَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا فَارْبَحْ وَ لَا تُرْبِهِ۔ قُلْتُ وَ مَا الرِّبَا قَالَ دَرَاهِمَ بِدَرَاهِمَ مِثْلَيْنِ بِمِثْلٍ)[81]

ترجمہ : عمر بن یزید، سے روایت کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مجبور شخص سے پرافٹ لینا حرام ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نے کسی غنی یا فقیر کو کوئی چیز خریدتے ہوئے دیکھا مگر ضرورت کے وقت، اے عمر خدا نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، راوی کہتا ہے میں نے عرض کی، سود کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دراہم کے مقابلے میں دراہم وصول کرنا، دو ہم مثل کے عوض میں اسی کی مثل وصول کرنا۔

۲۔ غصب:

غصب سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی کی ملکیت میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر تصرف کرے، یا کسی کی چیز کو اپنے نام ثبت کروائے تاکہ اس کی ملکیت ظاہر ہو، شرعی نقطہ نظر سے یہ شخص غاصب شمار ہو گا اور مذکورہ چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو گی قرآن کریم کی آیات صریح طور پر اس عمل سے منع کر رہی ہیں، جیسے:

(ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون)[82]

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور اس مال کو حکام کی طرف نہ لے جاؤ (رشوت نہ دو) تاکہ لوگوں کے مال کو غصب کر کے کھاؤ حالانکہ تم اس کے غصبی ہونے کو جانتے ہو۔

اس آیہ میں درج ذیل نکات کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

۱۔ مسلمان کی ملکیت شخصی ثابت ہے، چونکہ یہ ایک فطری امر ہے جو کہ آغاز بشریت سے لیکر آج تک ثابت ہے۔ ۲۔ کلمہ (اموالکم) میں کم کی ضمیر اشخاص کی ملکیت پر دلالت کرتی ہے، چونکہ اگر فرض کریں کہ انسان کسی شئے پر حق مالکیت نہیں رکھتا تو پھر حکم غصب لغو ہو گا، جبکہ غصب کی حرمت عقلی اور نقلی (آیات، روایات) طریقے سے ثابت ہے۔ ۳۔ اس آیہ

81۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۱۷ ص ۴۴۷، باب ۴۰ حدیث، مسلسل نمبر ۲۲۹۶۳

82۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۸

سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کسی کے مال کو دو طریقے سے اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے، ایک باطل اور ناجائز طریقہ (غصب، سود وغیرہ)، جبکہ دوسرا حق اور جائز طریقہ (خرید وفروخت، ہبہ، صلح وغیرہ)۔

اس کے علاوہ بھی بہت ساری آیات ہیں جن میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ [83]

قرآن کے علاوہ احادیث نبوی ﷺ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرامین بھی غصب کے حرام ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔

۱۔ (انّ رسول الله قال: لایحل لمسلم ان یاخذ مال اخیه بغیرحق و ذلك لما حرم الله مال المسلم علی المسلم ان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس) [84]

ترجمہ: بتحقیق رسول خدا نے فرمایا: مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کا مال اس کی اجازت کے بغیر اٹھائے، کیونکہ خدا نے ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا عصا اس کی اجازت کے بغیر اٹھائے۔

۲۔ (لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه) [85]

ترجمہ: کسی مسلمان کا مال دوسرے کے لیے حلال نہیں ہے مگر اس کی رضایت کے ساتھ۔

83۔ سورہ انعام، آیہ ۱۵۲؛ سورہ اسراء، آیہ ۳۴؛ سورہ نساء، آیہ ۱۰، ۷، ۹، ۱۶۱، ۲

84۔ کنزالعمال، جلد ۱۰ ص ۴۲۱، ۴۲۵؛ مجمع الزوائد، جلد ۴ ص ۱۷۱۔

85۔ مستدرک الوسائل، مرزا نوری، جلد ۳ ص ۱۴۵، ۱۴۶؛ مسند احمد، احمد ابن حنبل، جلد ۵ ص ۱۱۳